احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

دسمبر 2023ء

اپنا محاسبہ کیوں ضروری ہے؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
پیکرِ محبت و وفا

دورِ جدید میں نسلِ نو کی تربیت کے تقاضے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا
"الدَّوْرَةُ الْعِلْمِيَّةُ عَنِ الْمَوْسُوعَةِ الْقَادِرِيَّةِ فِي الْعُلُومِ الْحَدِيثِيَّة" کی علمی نشست سے خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف "المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ" کی آڈیو بک کی تقریب رونمائی

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 37 / شمارہ: 12 / ۱۴۴۵ھ جمادی الاول / جمادی الثانی / دسمبر 2023ء

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ الشیوخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی
محمد بلال اُپل، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

حسنِ ترتیب

اداریہ: قرآن۔۔۔ کتابِ ہدایت کتابِ تربیت	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: اپنا محاسبہ کیوں ضروری ہے؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	6
الفقہ: تحائف کی وصولی کی شرعی حیثیت؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	19
حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری	24
دورِ جدید میں نسلِ نو کی تربیت کے تقاضے	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	33
اسلامی مالیاتی نظام کے ذریعے معاشی ترقی کا حصول	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	42
اسلام کی حکمت کی باتیں اور نصیحتیں	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	54
خیالات کا ارتکاز اور یکسوئی	شبیر حسین دیو	63
الدورۃ العلمیہ عن الموسوعۃ القادریہ فی العلوم الحدیثیہ	رپورٹ	66
''المنہاج السوی'': آڈیو بک کی تقریبِ رونمائی	رپورٹ	67
Ph.D:2023ء کا اعزاز حاصل کرنے والے منہاجینز		70
موضوعاتی اشاریہ ماہنامہ منہاج القرآن 2023ء		72

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 60 روپے — سالانہ خریداری: 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

حمدِ باری تعالیٰ

یارب تیری رحمت سے گلہ کچھ بھی نہیں
کیا میرے غم دل کی دوا کچھ بھی نہیں ہے

جب تک نہ فروزاں ہو تیری یاد کی مشعل
ظلمت میں ستاروں کی ضیاء کچھ بھی نہیں ہے

رسوا سرِ بازار ہیں ہم تیرے فدائی
اب اپنی زمانے میں ہوا کچھ بھی نہیں ہے

اللہ کی مرضی پہ اثر کچھ نہیں ہوتا
یہ نالۂ شب، آہ رساں کچھ بھی نہیں ہے

اے بخشنے والے، تری بخشش کے مقابل
ہم بندوں کی تقصیر و خطا کچھ بھی نہیں ہے

یہ طرفہ تماشا ہے تری بزمِ جہاں میں
اب خلق، کرم، مہر و وفا کچھ بھی نہیں ہے

جز اس کے جو اللہ نے تحریر کرایا
افسؔر ترے خامے نے لکھا کچھ بھی نہیں ہے

(افسؔر ماہ پوری)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

نعمتوں کے قسیم، صلِّ علیٰ
ہیں رسولِ کریم، صلِّ علیٰ

مہرباں ہم پہ ہے، بفیضِ حضورؐ
وہ غفور الرحیم، صلِّ علیٰ

جلوۂ نقشِ پائے آقاؐ ہے
رشکِ طور و کلیم، صلِّ علیٰ

ڈوبا سورج پھرے بحکمِ نبیؐ
ہو قمر بھی دو نیم، صلِّ علیٰ

ہے نمک خوارِ شاہؐ کون و مکاں
ہر جدید و قدیم، صلِّ علیٰ

قبلِ حج ہم رہے مدینے میں
آٹھ دن کو مقیم، صلِّ علیٰ

زیبِ سجدہ ہوا بہ لطفِ نبیؐ
ہم کو فرشِ حطیم، صلِّ علیٰ

اُنؐ کے صدقے دلوں سے ہو کافور
خوفِ نارِ جحیم، صلِّ علیٰ

وقفِ مدحِ نبی ہوا ارشؔد
میرا کِلکِ سلیم، صلِّ علیٰ

(حکیم ارشد محمود ارشؔد)

قرآن --- کتابِ ہدایت کتابِ تربیت

قرآن مجید کلام اللہ ہے۔ کرۂ ارض کی یہ واحد کتاب ہے جو ساڑھے 14 سو سال کے بعد بھی اپنی اصل کے ساتھ دنیا بھر کے گوشے گوشے میں موجود اور دستیاب ہے اور یہ وہ کتاب مقدس ہے جس نے زیر، زبر کے ساتھ تاقیامت محفوظ و مامون رہنا ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ رب کائنات نے خود لے رکھا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ اس کا ایک ایک حرف حق و صداقت پر مبنی اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ قرآن مجید اللہ کا ایسا کلام ہے جس کا تعلق انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ ایمانیات، اعتقادات، عبادات کے ساتھ ساتھ انسان کو اپنی زندگی کے شب و روز کس طرح بسر کرنے ہیں اور اپنے سماجی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی امور کس طرح انجام دینے ہیں اُن کے بارے میں بھی اس کتاب ہدایت اور کتاب تربیت میں راہ نمائی مہیا کی گئی ہے۔ اسلام کرۂ ارض کا وہ واحد دین ہے جس نے انسانوں کے خانگی، سماجی معاملات میں بھی تربیت کی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبران پر جو صحائف نازل فرمائے وہ سچائی پر مبنی ہیں اور کسی مسلمان کا اُس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک ہم اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں اور کتابوں پر ایمان نہ لائیں۔ قرآن مجید حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا اور کریم آقا ﷺ نے اس کتابِ ہدایت کے ساتھ اُمت کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی ارکان دین ہیں، کوئی مسلمان استطاعت رکھتے ہوئے ان فرائض کی ادائیگی سے پہلو تہی نہیں کر سکتا تاہم پورا دین ان ارکان کے اندر جمع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ ایسے امور و معاملات ہیں جن کی ادائیگی میں کوتاہی کسی مسلمان کو دائرہ ایمان سے خارج کر سکتی ہے۔ دوسرے معنوں میں اسلام محض عبادت و ریاضت کا دین نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن مجید نے جہاں حلال، حرام کی واضح تقسیم و تفریق کی ہے وہاں سماجی و معاشرتی زندگی کے آداب بھی بیان کئے ہیں جنہیں نظرانداز کرنے سے اللہ کے ہاں جواب دہی ہو گی۔ بطور مسلمان یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم سماجی زندگی کے آداب کو اُسی طرح پیش نظر رکھیں جیسے دیگر فرائض ایمانی زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے 8 جلدوں پر مشتمل قرآنک انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں اہلِ ایمان اور دنیا بھر کے انسانوں کے لئے قرآنِ مجید کو پانچ ہزار موضوعات میں تقسیم کیا ہے۔ ہر موضوع پر متعلقہ آیات کو ایک جگہ پر جمع کر کے حصولِ ہدایت کے طالبین کے

لئے قرآن کو آسان فہم بنا دیا ہے۔ قرآنی انسائیکلوپیڈیا کی جلد پنجم سماجی زندگی کے آداب سے متعلق ہے جس کا مطالعہ ہر کلمہ گو مسلمان خواہ وہ مرد ہے، عورت ہے، جوان ہے یا بوڑھا ہے اُسے ضرور کرنا چاہیے، یوں تو قرآنک انسائیکلوپیڈیا کی آٹھوں جلدیں مختلف موضوعات اور ابواب کی تقسیم میں معارف و معانی کا بحرِ بے کراں ہیں تاہم فی زمانہ دینیات کے اساتذہ اور طلبا و طالبات کو قرآنک انسائیکلوپیڈیا کی جلد پنجم ہمہ وقت زیرِ مطالعہ رکھنی چاہیے کیونکہ آج اُمت اخلاقی بگاڑ کا شکار اور بداعمالی کے فتنے کی زد پر ہے، اس فتنے کا تدارک کتابِ ہدایت سے ہی ممکن ہے۔ جلد پنجم یتیموں کے حقوق، حسب و نسب اور خونی رشتہ داریوں، آدابِ ملاقات، والدین کے احترام، رشتہ داروں کے حقوق و فرائض، سلام و دعا، آدابِ مجلس، مرد و زن کے تعلقات، آداب اکل و **طعام**، حلال و طیب اشیاء کے استعمال یہاں تک کہ چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، مخاطب ہونے کے آداب سے متعلق ہے۔ قرآن مجید نے اجتماعی معاشرتی زندگی کی بنیاد نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنے پر رکھی ہے۔ سورہ المائدہ میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے ”اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو“۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اجتماعی زندگی کے اصول وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں اور مومنین کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کریں اور باہم مل کر گناہ اور ظلم کا راستہ روکیں۔ کچھ کج فہم اور الوہی احکامات سے ناواقف اسلام پر تنگ نظری کا الزام لگاتے ہیں، حقیقت میں وہ خود کم علم اور تنگ نظر ہیں، وہ سنی سنائی باتوں پر الزام تراشی کرتے ہیں اگر وہ صدق دل سے قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو اُن کی تنگ نظری وسعت نظر و قلب میں بدل جائے۔

قرآن مجید نے مرد و خواتین کی سماجی زندگی میں باہم تعاون کی حوصلہ افزائی کی ہے اور اُس کے لئے ایک اصول مقرر کیا ہے، اصول وہی ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ پہلی آیت کریمہ نیکی کے کاموں میں باہمی مدد کی عمومی ہدایت سے مزین ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ رب العزت نے صراحت کے ساتھ فرمایا ”اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“ سبحان اللہ کتنے خوبصورت انداز اور الفاظ کے ساتھ مرد وزن کو تعمیر و ترقی اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا مددگار قرار دیا گیا ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ مرد وزن نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں مددگار ہو سکتے ہیں بلکہ

اللہ رب العزت نے دوٹوک انداز میں فرمایا کہ اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ کوئی مذہب اور ضابطہ حیات ایسا نہیں ہے جس نے مرد و زن کے دائرہ کار کو اس قدر وسعت عطا کی ہو جو وسعت اسلام میں مرد و زن کو حاصل ہے، شرط یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں انسانیت کی بقاء کے لئے اجتماعی امن، اجتماعی خیر، فلاحِ عامہ اور خدمتِ دین کے لئے ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

سماجی زندگی کا ایک اور شعبہ مظلوم، مجبور اور یتیم کی مدد کا ہے، آج یتیم کا استحصال عام ہے، کمزور کے حق کو دبالینا حق سمجھ لیا گیا ہے، مگر اللہ کے ہاں یہ ایک ایسا گناہ ہے جس پر کوئی معافی نہیں ملے گی، سورہ الماعون میں اللہ رب العزت نے فرمایا" کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے؟۔ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)۔ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی استحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)۔ پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)۔ وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں۔" اگر کوئی ایمان والا اس سورۃ کو اس کے معانی کی روح میں اتر کر اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرے تو لرزہ طاری ہو جائے یہاں پر اللہ رب العزت نے بے نمازوں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ ان نمازیوں کی نمازوں پر افسوس کا اظہار کیا ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر یتیم کا حق غصب کرتے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر استطاعت رکھنے کے باوجود ضرورت مندوں کی مدد نہیں کرتے، جو استطاعت تو رکھتے ہیں مگر محتاج کو کھانا کھلانے سے اجتناب کرتے ہیں، جو نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر غریب رشتہ داروں کو کم تر سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں، جو نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر وعدہ خلافی کرتے ہیں، غلط بیانی کر کے زائد منافع حاصل کرتے ہیں۔ آداب زندگی اور امور مملکت اور نظام حیات کے بارے میں قرآنک انسائیکلوپیڈیا کی جلد پنجم شرح و تعبیر کے حوالے سے مزید کئی جلدوں کی مرہون منت ہے۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے 40 ویں عالمی میلاد کانفرنس میں اپنے خطاب میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ اخلاق حسنہ کی ترویج و اشاعت اور فروغ کے لئے میری باقی زندگی وقف ہے۔ بلاشبہ اخلاقی بگاڑ کی اصلاح ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو گی۔ تحریک منہاج القرآن کا ہر دعوتی شعبہ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی اس فکر اور خدمتِ دین کے فروغ کے لئے بروئے کار آئے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں فرائض دینیہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آداب زندگی کے الوہی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

(چیف ایڈیٹر: ماہنامہ منہاج القرآن)

القرآن

اپنا محاسبہ کیوں ضروری ہے؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا تربیتی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌم بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (الحشر، ۵۹: ۱۸)

’’اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘

اللہ رب العزت کی توفیق سے ایک مسلمان اگر گناہوں، نافرمانیوں اور معصیت کی زندگی کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور تقویٰ، اطاعت، قربت اور اس کی رضا کے حصول کے راستے کی طرف گامزن ہو جاتا ہے تو اب اسے اس سفر پر کچھ ایسے اعمال و احوال کو اختیار کرنا پڑے گا کہ جن کے سبب وہ اللہ کی قربت کی طرف بڑھتا رہے، اُس سے دوری کے راستوں پر قدم نہ رکھے، گناہ سے بچتا رہے اور آئندہ زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اعمال و احوال ہیں کہ بندہ نافرمانی و معصیت سے بچتے ہوئے نیکی پر اپنے آپ کو مضبوطی سے قائم رکھے اور پلٹ کر گناہ کی طرف نہ جائے یعنی نیکیاں کرنے کے بعد ہماری آئندہ زندگی گناہوں سے کیسے محفوظ ہو؟

یاد رکھیں! جس طرح انسان کے اندر گناہ کی طرف پلٹ جانے کے رجحانات اور ملکہ موجود ہوتا ہے، اسی طرح اللہ نے اُسے یہ ملکہ بھی دیا ہے کہ وہ گناہ سے بچ کر نیکی اور تقویٰ پر قائم رہے۔ اللہ رب

العزت نے اپنی مخلوقات میں سے صرف ملائکہ کو نور سے پیدا کیا اور اُن کی تخلیق اور تشکیل میں کوئی ظلمت اور تاریکی نہیں رکھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی زندگی میں صرف نیکی ہے، گناہ نہیں ہے۔ گناہ؛ ظلمت اور تاریکی ہے جبکہ نیکی واطاعت نور ہے۔ پس جب ملائکہ کی تخلیق اور تشکیل میں ظلمت ہے ہی نہیں بلکہ صرف نور ہی نور ہے تو ان سے گناہ نہیں ہو سکتا، لہذا وہ گناہ سے معصوم ہیں۔ دوسری طرف اللہ رب العزت نے شیاطین کو صرف ظلمت سے پیدا کیا اور ان میں نور نہیں رکھا۔ چونکہ محض ظلمت اور تاریکی سے پیدا کیا، لہذا شیاطین سے نیکی ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ ہمیشہ نافرمانی اور گناہ ہی کرے گا اور اسی پر اکسائے گا۔

انسان جس طرح گناہ کرنے پر ملکہ رکھتا ہے اسی طرح اللہ نے اُسے گناہ سے بچنے کی طاقت بھی دی ہے

ان دونوں مخلوقات کے برعکس اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظلمت اور نور دونوں چیزوں کا جامع بنایا ہے۔ ظلمت اور نور دونوں اس میں رکھنے کے بعد انسانی نفس کو تاریکی کا نمائندہ بنادیا اور عقل وروح کو نور کا نمائندہ بنادیا۔ نفس کی رشتہ داری، دوستی، مصاحبت، رفاقت، سنگت، مجانست اور قربت شیاطین اور نفس کے ساتھ رکھ دی جبکہ روح کا تعلق ملائکہ کے ساتھ جوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نفس اپنی اصل خصلتوں کے اعتبار سے شیاطین کے ساتھ ملتا جلتا ہے اور روح اپنی اصل خلقت اور صلاحیت کے اعتبار سے ملائکہ اور عالمِ انوار کے ساتھ موافقت اور مشابہت رکھتی ہے۔ اِس لیے انسان کے اندر طاعت کا ملکہ بھی ہے اور معاصی کا ملکہ بھی ہے۔ یہ نیکیوں کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور گناہوں کی طرف بھی مائل ہوتا ہے۔

یہ اِسی طرح ہے جیسے دھوپ اور سایہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ سایہ تاریکی ہے اور دھوپ روشنی ہے۔ دھوپ اور سائے کے درمیان ایک باریک خط (لائن) ہوتا ہے جہاں سے ہم جائزہ لے سکتے ہیں کہ دھوپ کس جگہ پر ختم ہو رہی ہے اور سایہ کہاں سے شروع ہو رہا ہے۔ آپس میں اِن دونوں کی حدود ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ پس اسی طرح انسانی زندگی میں بھی طاعت اور معصیت کی حدود ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے درمیان ایک باریک خط ہے۔ اِدھر پھسل گئے تو گناہ، معصیت اور نافرمانی شروع ہو جاتی ہے اور اگر دوسری طرف ہو گئے تو نیکی اور اطاعت میں داخل ہو گئے۔ اُس خط (لائن) کی حفاظت کرنا تقویٰ

کہلاتا ہے کہ بندے کا پاؤں پھسل کر ظلمت کی طرف نہ چلا جائے۔

نیکیوں کی حفاظت اور ان پر استقامت کیونکر ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ”نیکی اور معاصی“ کے ارتکاب کی صورت میں یہ دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں مگر اِن دونوں صلاحیتوں میں سے طاعت کے پہلو کو غالب کرنا ہے تاکہ بندہ پلٹ کر گناہوں کی وادی میں نہ جا گرے اور اللہ کی فرمانبرداری اور تقویٰ پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ نیکیوں کی حفاظت کرنے اور ان پر استقامت اختیار کرنے کے لیے انسان کو اپنے اندر درج ذیل احوال پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہونا ہوگا:

(۱) صبر

زندگی کو اطاعت، نیکی اور اللہ کی راہ پر اس طرح گامزن رکھنا کہ وہ دوبارہ گناہوں اور نافرمانیوں کی طرف پلٹ کر نہ جائے، اِس کے لیے بندہ مومن کو ”صبر“ کو اختیار کرنا ہوگا۔ یاد رکھ لیں کہ صبر کا تعلق صرف پریشانی اور مشکلات میں اختیار کردہ رویہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو صبر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے کہ جب آدمی کو کوئی نقصان، دکھ، تکلیف، اذیت اور پریشانی ہوتی ہے تو اُس پر بندہ دل اور زبان سے شکوہ نہیں کرتا۔ مشکلات میں شکوہ سے بچنا یہ صبر کی ایک حالت اور قسم ہے۔ اسی طرح آسائشوں میں بھی صبر کرنا صبر کی دوسری قسم ہے کہ اللہ نے نعمتیں، آسائشیں، سہولتیں اور مال و دولت دیا تو انھیں عیاشی اور گناہ پر خرچ نہ کرے، اُنہیں اللہ کی نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور اُن کا استعمال اِس طرح نہ کرے کہ وہ اللہ کی ناراضگی کا باعث بنے۔ اُن سارے دستیاب وسائل کے غلط استعمال کرنے سے بچے رہنا، یہ آسائشوں پر صبر ہے۔ غربت، فقیری، کمزوری اور نہ ملنے میں صبر کرنا، یہ چھوٹا صبر ہے اور اِس سے بڑا صبر یہ ہے کہ سب کچھ ملا ہو اور بندہ صابر ہو۔ گویا صبر؛ عطا اور محرومی دونوں حالتوں میں ہوتا ہے۔ بیماری میں بھی صبر ہے اور صحت میں بھی صبر ہے۔۔۔ صبر فقیری میں بھی ہے اور امیری میں بھی ہے۔۔۔ صبر کمزوری میں

> اللہ نے انسان کو ظلمت و نور دونوں چیزوں کا جامع بنایا ہے، صالح صحبت نیکی اور تقویٰ کی طرف مائل کرتی ہے

بھی ہے اور طاقت میں بھی ہے۔

صبر ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس کا اصل معنی یہ ہے کہ اپنے حال کی حفاظت کرنا۔ ایک طرف اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھنا اور دوسری طرف اپنے تقویٰ کی حفاظت کرنا۔۔۔ ایک طرف ساری زندگی اللہ کی اطاعت میں بسر کرنا اور دوسری طرف معاصی اور گناہوں سے محفوظ رہنا۔ محافظت کا یہ مکمل تصور اولیاء اور عرفاء کے ہاں اصل صبر کہلاتا ہے اور اسے ہی ضبطِ نفس کا نام دیا جاتا ہے۔

نفس کو ایسے نظم اور دائرے کے اندر رکھنا کہ اسے حدیں نہ پھلانگنے دینا تاکہ وہ گناہ میں نہ چلا جائے، لوگوں پر ظلم نہ کرے، حق تلفی نہ کرے، زیادتی نہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کی طرف نہ چلا جائے۔ نفس کو ایسا نظم دیے رکھنا، اِس ضبط (کنٹرول) کو صبر کہتے ہیں۔

نفس کو نظم و ضبط اور کنٹرول میں رکھنے کی تین شکلیں ہیں:

۱۔ نفس کو اللہ کی رضا پر راضی رکھنا: اللہ کی بارگاہ سے جو بھی مقدر ہوا ہے، اس پر نفس کا راضی رہنا۔ تھوڑا ملا ہے یا زیادہ۔۔۔ عزت ملی ہے یا ناقدری۔۔۔ وسائل کم ملے ہیں یا زیادہ۔۔۔ کمزوری ملی ہے یا طاقت۔۔۔ صحت ملی ہے یا بیماری۔۔۔ سختی ملی ہے یا آسانی۔۔۔ الغرض جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے ملا ہے خواہ ہم اسے چاہتے تھے یا نہیں، اُس پر بندہ اپنے نفس کو راضی رکھے، نفس کو نظم میں رکھے اور اس کے اندر گھبراہٹ پیدا نہ ہونے دے۔

۲۔ زبان کو ضبط میں رکھنا: زبان پر شکوہ نہ آئے۔

۳۔ جسم کے اعضاء کو ضبط میں رکھنا: اعضاء گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔

گویا جس حال میں اللہ رب العزت نے رکھا ہے، اُس حال میں نفس پر کنٹرول رکھنا کہ وہ بگڑے نہیں اور اُس کے اندر بُرائی، طغیانی اور نافرمانی پیدا نہ ہو۔ زبان کو قابو میں رکھنا اور جسمانی اعضاء کو بھی گناہوں کی طرف نہ جانے دینا۔ اگر بندہ یہ تین چیزیں اپنے ضبط اور کنٹرول میں اس طرح رکھ لے جیسے اللہ کی ذات چاہتی ہے تو پھر اس سلسلے میں کی جانے والی اُس بندے کی محنت نعمت سے بدل جاتی ہے۔ اُس کی مشقت، تکلیف، ریاضت اور پریشانی خود بخود راحت میں بدل جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اذیت بھی راحت بن جاتی ہے اور وہ نہ ملنے کے اندر ہی ملنے کا مزہ لیتا ہے۔۔۔ اس کے لیے مصیبت بھی محبوب کی طرف سے تحفہ بن جاتی ہے، جس سے وہ بندہ لطف اندوز ہوتا ہے۔۔۔ مکروہ، ناپسندیدہ اور ناخوشگوار چیز اس کے لیے خوشگوار بن جاتی ہے۔ الغرض بندے کی approach change ہو جاتی ہے۔

۲۔ شکر گزاری

زندگی میں اطاعات اور نیکیوں کو محفوظ رکھنے اور ان پر دائمی عمل پیرا ہونے کے لیے دوسری اہم

چیز شکر گزاری ہے۔ پانی سے بھرے آدھے گلاس کو دیکھتے ہوئے ہمیشہ نظر اس کے اس حصہ پر رہے جو پانی والا ہے تو انسان میں نعمت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اگر گلاس کے خالی حصے کو عمر بھر دیکھتے رہے کہ میرا گلاس آدھا خالی ہے یا ایک تہائی خالی ہے تو اللہ اس بندے کو خالی ہی کر دے گا۔ جس کی نگاہ خالی پر ہی پڑے گی، وہ خالی ہی رہے گا اور اُس کے دل اور من کا برتن کبھی نہیں بھرے گا۔ پس اپنی نگاہ ایسی بنائیں کہ جو حصہ بھرا ہوا ہے، صرف وہ نظر آئے، خالی حصہ نظر ہی نہ آئے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اپنی زندگی کے برتن کا صرف بھرا ہوا حصہ نظر آتا ہے، اللہ اُس کو ہمیشہ بھرا ہوا رکھتا ہے اور جو صرف خالی حصہ کو دیکھتا ہے، اُس کی زندگی شکوہ سے لبریز ہو جاتی ہے۔ جو ہمیشہ بھرے ہوئے حصے کو دیکھتا ہے، وہ شکر گزار ہوتا ہے اور جو شکر گزار ہوتا ہے، اللہ اسے مزید عطا فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ. (ابراھیم، ۱۴: ۷)

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا۔''

یعنی جو شکر گزار رہتا ہے، اللہ اس کے خالی برتن کو بھی بھر دیتا ہے۔ یہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا وعدہ ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ کے الفاظ کا اطلاق بھرے ہوئے حصے پر وارد ہو رہا ہے کہ نگاہ ہمیشہ بھرے ہوئے حصے پر رہے، خواہ بھرا ہوا حصہ آدھا یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی، جتنا بھی اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس پر شکر ادا کرتا رہے کہ مولیٰ تیرا کرم ہے کہ تو نے اِتنا عطا کر دیا، میں تو اِس قابل نہ تھا۔ دل، نفس، عقل و دماغ، زبان، حتی کہ جسم کے تمام اعضاء نے بھی یہ کہا کہ مولیٰ تیرا کرم ہے، میں اِس قابل نہ تھا۔ اس زاویۂ نگاہ کی بدولت پھر مذکورہ آیت کے اگلے حصے لَأَزِيدَنَّكُمْ کا اطلاق ہوتا ہے کہ اب جو باقی آدھا خالی رہ گیا تھا، اللہ اُس کو بھی بھر دے گا۔ بھرے ہوئے حصے کو دیکھتے رہنے والے بھرے رہتے ہیں اور خالی حصوں کو دیکھتے رہنے والے خالی رہتے ہیں۔

> **صبر کا تعلق صرف پریشانی اور مشکلات میں اختیار کردہ رویہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو صبر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے**

پس جو بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اُس کو نعمت جانیں اور اللہ کی اُس عطا اور نعمت پر ہمیشہ شکر ادا کریں۔ جو باطنی طور پر ہمیشہ شکر گزار رہے اور اُس کا اعتراف کرے اور وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے مصداق اُس نعمت کا ذکر کرتا رہے تو توبہ کے بعد

نیکیوں کی طرف گامزن زندگی کی حفاظت کا سامان ہوتا رہے گا۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہماری زبان ہمیشہ شکر کے کلمات ادا کرتی رہے۔۔۔ دل اُس کی نعمت کا ہمہ وقت معترف اور اس پر راضی رہے۔۔۔ جسم کا ہر عضو اُس شکر کو ادا کرنے کے لیے اطاعت، عبادت، نیکی اور بھلائی پر عمل کرنے میں لگا رہے۔

یاد رکھیں! نیکی کا عمل کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔ جب ہم نیکیاں ادا کرتے رہتے ہیں تو گویا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کر رہے ہیں۔ اس زاویہ نگاہ سے ہم اپنی زندگی کے ہر عمل کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت گزاری کے راستے پر نہ صرف قائم رکھ سکتے ہیں بلکہ نیکیاں کرنے کے راستے مزید آسان ہو سکتے ہیں۔ مذکورہ بات کو اس حکایت کے ذیل میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے حضرت جبرائیل امین سے کہا کہ

دلنی علی أعبد أهل الأرض

مجھے کوئی ایسا بندہ دکھائیں جو اِس زمین پر سب سے زیادہ اللہ کا عبادت گزار ہو۔ جبرائیل امین نے سیدنا یونس علیہ السلام سے کہا کہ فلاں جگہ جائیں۔ وہاں آپ کو ایک بندہ مل جائے گا، اِس وقت روئے زمین پر اللہ کی بارگاہ میں اُس سے بڑا عبادت گزار کوئی نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اُس بندے کو ایک ایسا مرض لاحق ہو چکا تھا کہ اُس مرض سے اُس کے ہاتھ بھی کٹ گئے تھے، اُس کے دونوں پاؤں بھی کٹ گئے تھے اور اُس کی آنکھیں بھی چلی گئی تھیں۔ یونس علیہ السلام نے اسے دیکھنے لگے۔ وہ بندہ کہہ رہا تھا:

إلهی متعتنی ما شئت أنت وسَلَبْتَنی ما شئتَ أنت وأبقیت لی فیك الأمل (غزالی، احیاء علوم الدین، ۴: ۳۴۸)

اے میرے مولیٰ! جو تونے چاہا تونے مجھے دیا۔ جو تونے مجھ سے لے لینا اچھا سمجھا، مجھ سے لے لیا۔ مگر میرے مولیٰ تیرا کتنا کرم ہے کہ ساری باتوں کے باوجود جو تجھ سے میری امید اور آرزو تھی، اُس کو نہیں توڑا۔ وہ آج بھی اُسی طرح قائم ہے، جس طرح روزِ اوّل سے قائم تھی۔ تیری طرف میری جو لگن، یقین اور توکل تھا اور جس کی وجہ سے میرا من تیرے ساتھ جڑا ہوا تھا، آج بھی وہی حال قائم ہے۔ میرے مولیٰ تیرا کرم کہ تونے میرے اُس حال کو اپنی ذات کے تعلق میں قائم رکھا۔

گویا اللہ رب العزت نے اس بندے کو صبر اور شکر کی وہ کیفیات عطا کر دی تھیں کہ اس کا زاویہ نگاہ یہ ہو گیا کہ جو کچھ اللہ رب العزت نے اسے دیا ہے، اُس کے اوپر شکر ہے اور جو نہیں دیا یا جو لے لیا، اُس پر اس کی نگاہ ہی نہیں تھی۔ اگر ایسا طرزِ عمل ہو جائے تو اسے أعبد أهل الأرض ساری زمین پر سب سے بڑا عابد قرار دیا جاتا ہے۔ گویا دل کا اللہ کی ذات پر راضی رہنا، اس سے کوئی شکوہ نہ رہنا اور نفس

اور دل کا اللہ کے ساتھ خالصیت کی بنیاد پر جڑے رہنا، اِس سے بڑی عبادت روئے زمین پر کوئی نہیں۔

جب بندہ اپنی زندگی کو ان اصولوں پر استوار کر لیتا ہے تو اب انسان کو نیکیاں اور طاعت کا عمل کرنا بھی آجاتا ہے، معاصی سے اجتناب بھی آجاتا ہے اور اس کے لیے گناہوں سے بچنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

(۳) محاسبۂ نفس

انسان کی نیکیوں اور طاعت بھری زندگی کو محفوظ بنانے میں تیسرا اہم کردار محاسبۂ نفس کا ہے۔ حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

وأما من حاسب نفسه في الدنيا

(عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

یعنی جس شخص نے اپنے نفس کا دنیا میں محاسبہ کر لیا، جس نے اپنا آڈٹ کر لیا، اپنے نفس کو طاعات پر بڑھتے رہنے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے بچتے رہنا کا ایک نظم دے دیا تو قیامت کے دن جو حساب و کتاب کا دن ہے، اس دن اُس کا حساب آسان ہو جائے گا۔

شکر گزاری، صبر و قناعت، محاسبۂ نفس، تفکر و تدبر کی صفات بندے کو اللہ کی قربت میں لے جاتی ہیں

محاسبۂ نفس کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو محاسبہ (audit) خود کریں یا پھر کوئی اور کرے گا۔ اگر کسی اور نے محاسبہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اِس سے حساب لو تو پھر مشکل میں پڑ جائیں گے اور حساب پر پورے نہیں اُتریں گے۔ بہتر وہی شخص ہے جو یہ عرض کرے کہ باری تعالیٰ! حساب کے دن میرا محاسبہ نہ کر۔ جو آدمی ہر روز خود اپنا محاسبہ کرے گا تو اُس کا external audit نہیں ہو گا یعنی باہر سے کوئی محاسبہ کرنے کے لیے مقرر نہیں ہو گا۔

جس طرح ہم اپنی کاروباری زندگی میں روزانہ کی بنیاد پر حساب کتاب کرتے ہیں کہ آج کتنی آمدنی ہوئی، کتنے اخراجات ہوئے اور باقی کیا بچا؟ اسی طرح ہمیں اپنی دینی اور روحانی زندگی کے حوالے سے بھی آمدنی، اخراجات اور بیلنس پر نظر رکھنا ہو گی۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب شام ہو تو بستر پر بیٹھے اور لیٹے ہوئے اپنا محاسبہ (audit) کریں کہ نیکیوں کی صورت میں آج کیا آمدن ہوئی اور گناہوں کی صورت میں کیا اخراجات ہوئے؟ گناہوں کو اخراجات اس لیے کہا کہ وہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں، اس

لیے وہ خرچہ (expenses) ہو گئے۔ جب معلوم ہوا کہ گناہ زیادہ ہیں اور آمدن سے بڑھ گئے ہیں تو جان لیں کہ نقصان میں گئے اور اگر نیکیاں زیادہ تھیں، گناہ کم تھے تو اگلی صبح اس کمی و زیادتی کے ساتھ balance sheet یہیں سے شروع ہو گی۔ اس طرح آدمی ہر روز اپنا محاسبہ خود کرتا ہے اور پھر اپنے اخراجات (گناہ) کو کم کرنے اور آمدن (نیکی) کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اگر بندہ اپنا محاسبہ کرنے والا خود ہو جائے اور اپنی کیفیات، سوچ، خیالات، قلب اور جسم کو نیکیوں کی راہ پر گامزن رکھے، اس میں نظم پیدا کر دے تو پھر اُس کی مشقت نعمت سے بدل جاتی ہے۔۔۔ اذیت راحت سے بدل جاتی ہے اور ناخوشگواری خوشگواری میں بدل جاتی ہے۔ بندہ اگر اِس مشق کو جاری رکھے تو اطاعت اور نیکیوں کا عادی بن جاتا ہے اور بالآخر نیکیاں اُس کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اِس کی علامت یہ ہے کہ نیکیوں کا دروازہ اس کے لیے کھل جاتا ہے۔ ایسا کس طرح ہوتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ جب وہ ریاضت کے ذریعے گناہوں کی راہ بند کرے گا تو گناہوں میں اس کے داخل ہونے کا امکان کم سے کم ہو جائے گا، نیکیوں کا دروازہ کھل جائے گا اور وہ نیکیوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله تعالى يستحي أن يحاسب الورعين في يوم القيامة (عبد القادر الجيلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

”بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پرہیز گاروں کا محاسبہ کرتے ہوئے حیا فرمائے گا۔“

اس بات کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک اور انداز میں بیان کیا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا

(عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

لوگو! اپنا حساب خود کر لو۔ اُس وقت سے قبل جب تمہارا احساب کیا جائے گا۔ اپنے اعمال کو خود تول لو، اُس دن سے قبل جس دن تمہارے اعمال کو تولا جائے گا۔

(۴) ورع (عمل سے پہلے تفکر و تدبر)

اپنے اعمال و احوال کی حفاظت کے لیے تیسرا اہم نقطہ ”ورع“ ہے۔ حضور سیدنا غوث الاعظمؒ غنیۃ الطالبین میں محاسبہ کے موضوع پر مذکورہ احادیث کے بیان کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وهذا إشارة إلى التوقف في كل شيء وترك الإقدام عليه إلا بإذن الشرع (عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

اس میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کوئی بھی بات کہنے سے پہلے اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے توقف کرے۔ تھوڑی دیر رکے، غور کرے اور دیکھے کہ جو کہنے یا کرنے لگا ہوں، کیا اللہ نے اِس کی

اجازت دی ہے۔۔۔؟ کیا اللہ کے ہاں ایسی بات کہنا پسندیدہ ہے۔۔۔؟ کیا اللہ کے ہاں ایسا عمل کرنے سے اُس کی رضا ملے گی یا ناراضگی ملے گی۔۔۔؟ کیا یہ بات اللہ کے قریب لے جائے گی یا اللہ سے دور لے جائے گی۔۔۔؟ کیا اِس عمل کے کرنے سے کسی کے حق کی ادائیگی ہے یا کسی کی حق تلفی ہے۔۔۔؟ کیا یہ کہنے یا کرنے سے میرے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جائے گی یا گناہ لکھا جائے گا۔۔۔؟ اپنے لفظوں کو بولنے سے پہلے تولنا ہوگا کہ جو بولنے لگا ہوں، اُس کا انجام کیا ہوگا اور وہ مجھے کس سمت لے جائیں گے۔۔۔ میری طاعت میں اضافہ ہوگا یا میرے گناہ اور معاصی میں اضافہ ہوگا۔۔۔؟ مجھے اللہ کے قریب کرے گا، متقی بنائے گا یا نافرمان بنائے گا۔۔۔؟ گویا بندے کو زبان کھولنے اور اعضاء کو حرکت میں لانے سے پہلے ان تمام امور کا خیال رکھنا ہوگا۔

اگر بندہ کوئی بات کہنے اور کوئی فعل کرنے سے پہلے رک کر تحمل کرکے اِتنا سوچ لے کہ اِس عمل کی حقیقت کیا ہے؟ یہ مجھے کس سمت لے جانے والا ہے تو اس عمل سے بندے نے اپنا نظم کرلیا۔ پھر وہ کبھی کچھ نہیں کھوئے گا بلکہ ہمیشہ پائے گا۔ اس وقف کو ''ورع'' کہتے ہیں۔

جس طرح دنیا میں کوئی کام کرنے سے پہلے ہم (تخمینہ) feasibility رپورٹ بناتے ہیں اور اس عمل کا ہر ہر زاویہ سے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ کام کیا، کیسے اور کب ہوگا اور نفع و نقصان کیا کیا ہیں؟ یہ توقف آئندہ آنے والے نتیجہ کو دیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے اعمال و احوال کی محافظت کے لیے بھی ہمیں کوئی بھی عمل سرانجام دینے سے قبل توقف یعنی ''ورع'' کے عمل سے گزرنا ہوگا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا:

المؤمن فتاش (عبدالقادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

یعنی مومن تفتیش کرنے والا، کسی چیز کی کھوج لگانے والا، غور و خوض کرنے والا اور بات کی تحقیق کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے واصل ہوئے، جنہیں اللہ کی معرفت و قربت نصیب ہوئی، جنہوں نے تقویٰ میں استقامت پائی اور اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے بچایا، ان کی اس کامیابی کے پیچھے یہی راز ہے کہ وہ ہر عمل اور ہر فعل کرنے سے پہلے تفتیش کرتے تھے، اُس فعل، قول اور کلام میں کھوج لگاتے تھے کہ اِس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ اللہ کی معصیت ہے یا اللہ کی اطاعت ہے؟ جو بندہ کام کرنے سے پہلے اُس کام کی حقیقت کی تفتیش کرلے، وہ مومن، متقی، صاحبِ ورع اور اللہ کا محبوب و مقرب بندہ بن گیا۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؒ مزید فرماتے ہیں کہ:

المؤمن وقاف لا یستعجل والمنافق لقاف فی الاخذ والقول (عبدالقادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۴۹)

یعنی مومن توقف کرنے والا ہوتا ہے۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے رک کر سوچتا ہے اور عجلت نہیں کرتا۔ یہ مومن کی علامت ہے۔ مومن سوچتا ہے کہ کہیں میرا جملہ، میرا کلام، میری گفتگو کسی کا دل تو نہیں دُکھائے گی، یہ کسی کی غیبت، چغلی، عیب جوئی، عیب گوئی، تضحیک، تذلیل، تنقیص اور کسی کے نقصان کا باعث تو نہیں بنے گی جبکہ منافق لقاف ہوتا ہے یعنی وہ اپنے قول و عمل میں جلدی کرتا ہے، منافق میں عجلت ہوتی ہے اور عجلت نفاق میں سے ہے۔

یاد رکھیں! کبھی کسی بات کے کہنے میں عجلت نہ کریں۔ ضروری نہیں کہ ہم کسی معاملہ میں فوراً آر یا پار کر دیں بلکہ اُس سے پہلے سوچیں، تحمل کریں، تامل کریں۔ غور کرنے سے کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ تحمل سے بات کرنے سے بات کا وزن اور وقار بڑھ جائے گا، قدر و قیمت میں اضافہ ہوگا۔ اِس لیے کہ الفاظ ایک تیر ہیں، یہ تیر اُس وقت تک ہمارا ہے جب تک وہ کمان میں ہمارے پاس ہے۔ جب نکل گیا تو پھر وہ ہمارا نہیں ہے۔ اب وہ کسی کو غلط جا لگا یا صحیح لگا، اب بہر صورت نتیجہ بھگتنا ہوگا۔ مومن توقف، تحمل، تامل اور سوچ بچار کے بعد کام کرتا ہے اور وہ اللہ کی رضا، امر اور انجام کو ہمیشہ پہلے دیکھتا ہے۔

> **اللہ نے جو کچھ بھی دیا ہے**
> **اُسے نعمت جانیں اور اللہ کی**
> **اس عطا اور نعمت پر ہمیشہ**
> **اُس کا شکر ادا کرتے رہیں**

بولنے، کام کرنے، گمان کرنے اور رائے دینے میں جلدی کرنے سے دین، عزت اور وقار کے بہت سے نقصانات ہیں۔ ہمیشہ جلدی کرنا نفاق کی علامتوں میں سے ہے۔ جو بات کہنی ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا کہ میری اس بات کا اثر کیا ہوگا، کسی کا دل ٹوٹے گا، کسی کا پردہ اُٹھ جائے گا، کسی کا نقصان ہوگا، کسی کی عزت پر حرف آئے گا، کسی کا عیب عیاں ہو جائے، کسی کو تکلیف ہوگی، وہ یہ سب نہیں سوچتا، بس وہ اپنے الفاظ کا تیر مار دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا ایک قول ہے جسے امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور حضور سیدنا غوث الاعظمؒ نے غنیۃ الطالبین میں درج کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

اے لوگو! اگر تم اِتنی نمازیں پڑھو اور اتنے روزے رکھو کہ قیام کرتے کرتے اور روزے رکھتے رکھتے لکڑی کی طرح سوکھ جاؤ یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کا کوئی شمار نہ ہو اور تم قائم اللیل اور صائم

النھر بن جاؤ، مگر تمھیں اِس ساری نفلی عبادت کے باوجود ان کا کوئی نفع اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک تم ورع اختیار نہیں کرتے۔ جب تک کوئی اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا اور اس کا نفس؛ ضبط، صبر، شکر، تأمل، تحمل، توقف، تقویٰ، تواضع، انکساری، خشوع و خضوع، صدق، اخلاص، امانت، دیانت، صداقت، حلال کی فکر، حرام سے بچنا اور پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا تو یہ ساری زندگی راتوں کا قیام اور دن کے نفلی روزے اسے نفع نہیں دیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

کن ورعًا تکن من أعبد الناس

(عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۵۰)

تو اپنے نفس کا محاسبہ کر، اپنا ذاتی آڈٹ کرنے والا بن جا، ہر روز اپنے قلب و نفس کے اعمال و احوال اور کیفیات کا محاسبہ کر، اس طرح تو ساری کائنات میں سب سے بڑا عبادت گزار ہو گا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

مثقال ذرۃ من الورع خیر من ألف مثقال من الصوم والصلاۃ (عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۵۰)

ایک ذرہ کے وزن جتنی ورع اور محاسبۂ نفس ایک ہزار نفلی نمازوں اور روزوں سے بہتر عبادت ہے۔ یعنی ایک طرف ہزار نفلی نمازیں اور روزے ہوں تو ان سے ورع کا ایک ذرہ اعلیٰ اور افضل ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''الزہد'' کے اندر نقل فرمایا اور حضور غوث الاعظمؒ نے غنیۃ میں روایت کیا کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا:

لا یتقرب إلی المتقربون بمثل الورع

(عبد القادر الجیلانی، الغنیۃ، ۱: ۲۵۰)

دنیا کا کوئی متقرب آج تک میرا اتنا قرب نہیں پا سکا، جتنا بندے کو میرے قریب ورع کرتی ہے۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ ایک دینار کا چھٹا حصہ بھی اگر کہیں سے مل جائے تو اُس کے لینے سے رک جانا، یہ سوچ کر کہ کہیں حرام کی کمائی نہ ہو، اُس کو واپس لوٹا دینا، اِس قدر چھوٹے سے معاملے میں بھی ورع کا یہ رویہ اختیار کرنا، چھ سو مقبول حج کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

ولایت کا یہ تصور حضور سیدنا غوث الاعظمؒ نے نہایت اعلیٰ طریق پر ہمیں ذہن نشین کروا دیا۔ کل اولیاء اور تصوف کی جملہ کتب میں اصل ولایت، تصوف، طریقت، حقیقت، معرفت اور روحانیت کا یہی تصور بیان کیا گیا ہے۔

حقیقتِ تصوف و روحانیت

روحانیت ظاہری رسوم کا نام نہیں ہے۔ روحانیت اور ولایت کسی لباس، قبیلے، نسل، شکل وصورت، رنگ، زبان اور کسی علاقے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ سارے پیمانے ہم نے بنا رکھے ہیں اور اپنے مفادات کے لیے اِن چیزوں کو خاص کر رکھا ہے۔ تقویٰ، ولایت، روحانیت اور اونچے مرتبوں پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ ہاں صرف اُس بندے کی اجارہ داری اللہ تعالیٰ نے قائم کی ہے جو صاحبِ ورع ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ نفس کا محاسبہ کرنے سے ہی کوئی فضیل بن عیاض بن گیا اور کوئی ذوالنون مصری، ابراہیم بن ادھم اور بایزید بسطامی رحمھم اللہ بن جاتا ہے۔ الغرض روحانیت کا سفر نفس کے محاسبہ سے شروع ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنے نفس کے محاسبہ اور اپنے من کے احوال سے غافل ہیں کہ اندر کیا بیت رہا ہے۔۔۔ ذہنوں میں کیا سوچ چل رہی ہے۔۔۔ دل میں کیا پک رہا ہے۔۔۔ خواہشیں کیا ہیں۔۔۔ نیت کیا ہے۔۔۔؟ وہ کبھی اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کبھی اپنی نیکیوں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ جتنا ورع، تقویٰ، صدق، خالصیت، تواضع، خشوع، خضوع، پاکیزگی، طہارت، امانت، دیانت، انکساری اور بندگی انسان میں بڑھتی چلی جائے گی، اُتنے رتبے اللہ اُس کے بلند کرتا چلا جاتا ہے اور جن کے رتبے اللہ تعالیٰ بلند کرتا چلا جاتا ہے پھر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی طرح اُن کے چراغ ہمیشہ جلتے رہتے ہیں اور کبھی بجھتے نہیں ہیں۔

> **تصوف رسوم ورواج یا مخصوص بود و باش اختیار کرنے کا نام نہیں روحانیت کا سفر نفس کے محاسبہ سے شروع ہوتا ہے**

محمود غزنوی نے سومنات کا مندر فتح کرنے کے لیے ہندوستان پر کئی حملے کیے مگر اسے فتح نصیب نہ ہوئی۔ اللہ کے حضور التجا کی کہ میرے مولیٰ! میری فوج تو ختم ہو رہی ہے، اگر سومنات کا مندر فتح نہیں ہو گا تو یہ علاقہ کفر و شرک میں ڈوبا رہے گا اور اسلام کے نور سے منور نہ ہو گا۔ اللہ رب العزت نے اسے رات خواب میں دکھایا کہ تمہارے لشکر میں میرا ایک بندہ ہے، اُس کے پاس جاؤ اور دعا کرواؤ۔ پوچھا اُس کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا: کل آندھی آئے گی اور اُس آندھی میں خیمے اُڑ جائیں گے، چراغ بجھ جائیں

گے مگر اس اللہ والے کا نہ خیمہ اڑے گا اور نہ چراغ بجھے گا۔

چنانچہ اگلے دن اچانک سخت آندھی آئی، جس سے خیمے اڑ گئے اور چراغ بجھ گئے۔ محمود غزنوی لشکر کے اندر اس خیمے کی تلاش میں نکلا جو آندھی میں بھی قائم رہا اور جس کا چراغ بھی نہ بجھا۔ بالآخر وہ ایک خیمہ کے پاس پہنچا اور وہاں موجود اپنے ہی لشکر کے ایک سپاہی کے قدموں میں جا گرا اور کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کر دیں کہ کل کے حملے میں ہم فتح یاب ہو جائیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں، میں تو آپ کا سپاہی ہوں۔ محمود نے کہا کہ نہیں آپ اصل بادشاہ ہیں۔ جب وہ بھانپ گئے کہ محمود غزنوی کو حقیقت کی خبر ہو گئی ہے تو اُنہوں نے اسے اپنا قمیص دے دیا اور کہا کہ جائیں اور میری قمیص کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں۔ محمود غزنوی نے سومنات کی فتح کی دعا مانگی۔

ابوالحسن خرقانیؒ کی قمیص کے واسطہ سے اللہ نے فتح عطا کر دی۔ محمود جب شکریہ ادا کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا تو اُنہوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا مانگا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے سومنات کی فتح مانگی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہمارا قمیص سستا بیچ دیا۔ جب مولیٰ کی بارگاہ میں قمیص کا واسطہ دے ہی دیا تھا تو پورا ہند بھی مانگ لیتا تو اللہ وہ بھی تجھے عطا فرما دیتا۔

اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ والے وہ ہوتے ہیں کہ اِس نفس، دنیا، مال، حرص، لالچ اور شہوت کی آندھیوں میں اُن کے چراغ جلتے رہتے ہیں۔ اُن کے من کے خیمے نہیں اُڑتے، اُن میں اثبات اور استقامت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اُن کے دلوں کے خیمے اخلاص کے ساتھ اللہ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اللہ کے عشق کا تیل اُن کے چراغوں کو مل رہا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے من میں ایسے چراغ جلائیں کہ دنیا اور شہوت کی آندھیاں اُن چراغوں کو بجھا نہ سکیں۔ ظاہر کے سارے چراغ بجھ جاتے ہیں مگر باطن کے چراغ جب اللہ کے تعلق میں جل جائیں تو وہ نہیں بجھتے۔ جن کے من اور باطن کو اللہ رب العزت روشن کر دے تو دیکھنے میں بظاہر وہ سپاہی ہے مگر باطن کا بادشاہ ہے۔ ظاہر میں کچھ نہیں رکھا، ظاہر سے ناپ تول نہ کیا کریں۔ کون کیا ہے؟ کسی کی قیمت اُس کے باطن، ورع اور تقویٰ کے حساب سے ہوتی ہے۔ اِسی لیے فرمایا کہ صاحبانِ ورع اپنے نفس کا حساب کرنے والے، اللہ کے حضور طاعت کا پیکر بن کر رہنے والے اور معصیت و نافرمانی سے ہمیشہ ہر حال میں بچنے والے ہوں گے اور یہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بیٹھنے والے ہوں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں ہمیشہ اپنا محاسبہ کرنے اور ورع و تقویٰ کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(خطاب نمبر: Fe–19) (مقام: شہر اعتکاف، لاہور) (تاریخ: 2 جون 2019ء) (ناقل: محمد ظفیر ہاشمی)

آپ کے فقہی مسائل

تحائف کی وصولی کی شرعی حیثیت؟

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیر نگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: دواساز کمپنیوں کی طرف سے ڈاکٹرز کو ملنے والے تحائف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ایک واقعہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص ابن التبیہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، جب وہ (زکوٰۃ وصول کر کے) آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ان عاملوں کا کیا حال ہے کہ میں ان کو (زکوٰۃ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور یہ آکر کہتے ہیں:

هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ، أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ، حَتَّى يَنْظُرَ أَيُهْدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى عُنُقِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةٌ تَيْعِرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ، هَلْ بَلَّغْتُ؟ مَرَّتَيْنِ۔

یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ (تحفہ) کیا گیا ہے۔ یہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا ہوتا پھر ہم دیکھتے کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی جاتی ہے یا نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی ان اموال میں سے کوئی چیز لے گا قیامت کے دن وہ مال اس کی گردن پر سوار ہو گا (کسی شخص کی گردن پر) اونٹ بڑبڑا رہا ہو گا، یا گائے ڈکار رہی ہو گی یا بکری

منمنار ہی ہو گی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ ہم نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔(بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب ھدایا العمال، ٦: ٢٦٢٤، رقم: ٦٧٥٣)

اس حدیثِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عہدے پر فائض ہونے کی وجہ سے تحائف وصول کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی ہے کیونکہ کسی عہدہ پر متمکن شخص کو تحائف کی صورت میں رشوت دے کر لوگ غلط کام کرواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عُمال و افسران کو دورانِ خدمات ہدیہ وصول کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں عُمال اور صاحبانِ اختیار کو دیئے جانے والے تحائف پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ دورِ حاضر میں دواساز کمپنیوں (Pharmaceutical Companies) کی طرف سے میڈیکل اور پیرا میڈیکل سٹاف کو دیے جانے والے تحائف بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ فقہائے فتاویٰ ہندیہ کے مطابق اگر کسی صاحبِ اختیار (جیسے زیرِ بحث معاملے میں ڈاکٹر یا اس کا سٹاف) کو محض دوستی و تعلق کی بناء پر کوئی تحفہ دیا جائے تو لینے والے کے لیے تحفہ لینا اور دینے والے کے لیے تحفہ دینا' دونوں جائز ہیں۔ اس معاملے کی دیگر صورتوں پر فتاویٰ ہندیہ درج ذیل الفاظ میں بحث کی گئی ہے:

نَوْعٌ مِنْهَا أَنْ يُهْدِیَ الرَّجُلُ إِلَی رَجُلٍ مَالًا لِيُسَوِّیَ أَمْرَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السُّلْطَانِ وَيُعِينُهُ فِي حَاجَتِهِ، وَإِنَّهُ عَلَی وَجْهَيْنِ: الْوَجْهُ الْأَوَّلُ أَنْ تَكُونَ حَاجَتُهُ حَرَامًا وَفِي هَذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِلْمُهْدِی الْإِعْطَاءُ وَلَا لِلْمُهْدَی إِلَيْهِ الْأَخْذُ. الْوَجْهُ الثَّانِي أَنْ تَكُونَ حَاجَتُهُ مُبَاحَةً وَإِنَّهُ عَلَی وَجْهَيْنِ أَيْضًا: الْوَجْهُ الْأَوَّلُ أَنْ يَشْتَرِطَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُهْدِی إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِي هَذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ الْأَخْذُ وَهَلْ يَحِلُّ لِلْمُعْطِي الْإِعْطَاءُ. تَكَلَّمُوا فِيهِ مِنْهُمْ. الْوَجْهُ الثَّانِي إِذَا لَمْ يَشْتَرِطْ ذَلِكَ صَرِيحًا وَلَكِنْ إِنَّمَا يُهْدِی إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِي هَذَا الْوَجْهِ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ، وَعَامَّتُهُمْ عَلَی أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ۔ وَنَوْعٌ آخَرُ أَنْ يُهْدِیَ الرَّجُلُ إِلَی سُلْطَانٍ فَيُقَلِّدَ الْقَضَاءَ لَهُ، أَوْ عَمَلًا آخَرَ وَهَذَا النَّوْعُ لَا يَحِلُّ لِلْآخِذِ الْأَخْذُ وَلَا لِلْمُعْطِي الْإِعْطَاءُ كَذَا فِي الْمُحِيطِ۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اس غرض سے ہدیہ (تحفہ) دینا کہ اس کے اور سلطان (یعنی صاحبِ اختیار) کے درمیان معاملہ ٹھیک رہے اور بوقتِ ضرورت مدد کرے، تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر کوئی حرام حاجت پوری کروانے کے لیے تحفہ دیا گیا ہے تو تحفہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تحفہ کسی مباح (ناقابل اعتراض) کام کے لیے دیا جائے تو اس کی بھی مزید دو صورتیں ہیں: اگر تحفہ کسی کام میں مدد کرنے کی شرط کے

ساتھ دیا گیا تو اس کا لینا جائز نہیں، البتہ دینے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تحفہ دیتے ہوئے اگرچہ کوئی شرط نہیں لگائی گئی تاہم مقصد یہی ہے کہ صاحبِ اختیار میری مدد کرے‘ اس صورت میں بھی جواز و عدمِ جواز کا اختلاف ہے، تاہم عامہ مشائخ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص صاحبِ اختیار کو کسی (عہدہ و منصب کے حصول جیسے) قضاء وغیرہ کے لیے تحفہ دے تو دینے والے کے لیے دینا اور لینے والے کے لیے لینا‘ دونوں جائز نہیں ہے۔

(الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، الفتاوی الھندیۃ، ۳: ۳۳۱)

درج بالا تصریحات کو زیرِ بحث معاملے پر منطبق کرنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر دواساز کمپنیوں کے نمائندے اپنی ادویات متعارف کروانے کے لیے ڈاکٹر حضرات سے ملتے ہیں اور بغیر کسی شرط کے‘ محض وقت دینے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کوئی تحفہ دیتے ہیں تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اپنی مصنوعات (Products) متعارف کروانے کے لیے دیا گیا تحفہ بھی وصول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

لیکن اگر یہ تحائف، مالی منفعت، کھانے یا دیگر سہولیات اس شرط کے ساتھ دی جاتی ہیں کہ مریضوں کو مخصوص کمپنی کی ادویات تجویز کی جائیں گی یا طبّی معائنہ (medical test) کسی مخصوص لیبارٹری کا ہی قبول کیا جائے گا یا اس طرح کی دیگر شرائط کے ساتھ تحائف دینا اور لینا سراسر حرام ہے۔ اسی طرح غیر شرعی یا غیر قانونی امور کی انجام دہی کے لیے دیئے تحائف وصول کرنا بھی ممنوع ہے۔

سوال: کمیشن کی شرط کے ساتھ مخصوص کمپنی کی دوا تجویز کرنا کیسا ہے؟ ادویات کمپنیوں کے نمائندے ڈاکٹروں کے پاس آتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ان کی کمپنی کی ادویات تجویز کریں اور وہ بدلے میں مختلف آفرز پیش کرتے ہیں کہ ہم آپ کو اس کے بدلے میں 30 یا 40 فیصد کمیشن دیں گے۔ اس صورت میں مریض کو دوائی مارکیٹ کی قیمت کے حساب سے ہی ملتی ہے اور مریض کو اضافی لاگت نہیں آتی۔ کیا یہ کمیشن لینا جائز ہے؟

جواب: اگر ڈاکٹرز یا طبّی عملہ کے افراد اس ’شرط‘ پر کسی کمپنی کی ادویات ترجیحاً تجویز کرتے ہیں یا طبّی معائنہ کے لیے کسی مخصوص تجزیہ گاہ (Laboratory) کو لازم کر دیتے ہیں کہ اس کے بدلے کسی خاص تناسب سے کمیشن وصول کریں گے تو ایسا کرنا ممنوع ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

أَنْ يَشْتَرِطَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُهْدِي إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِي هٰذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ الْأَخْذُ۔

اگر کسی صاحبِ اختیار کو کسی کام میں مدد کرنے کی شرط کے ساتھ تحفہ (یا کمیشن) دیا گیا تو اس کا لینا جائز نہیں۔

(الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، الفتاوی الھندیۃ، ۳: ۳۳۱)

مشروط ہونے کے بعد یہ کمیشن محض ہدیہ نہیں رہتا بلکہ ایک طرح سے کاروباری معاہدہ بن جاتا ہے جس میں ایک فریق محض اپنے اختیار کی وجہ سے کمیشن لیتا ہے جبکہ اس کا تمام تر مالی بوجھ تیسرا فریق (مریض) اٹھاتا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ مریض کو دوائی تو اسی قیمت پر ملنی تھی، ڈاکٹر کے کمیشن لینے سے مریض کو اضافی لاگت نہیں آ رہی۔ اس لیے کہ دواساز کمپنیاں اپنی مصنوعات کے تمام اخراجات خریدار پر ہی ڈالتی ہیں۔ خریدار دوائی کی جو قیمت ادا کرتا ہے، اس میں ڈاکٹرز کو دیے جانے والے کمیشنز اور تشہیر کے اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ دواساز کمپنی و طبّی تجزیہ گاہ اور ڈاکٹر کے درمیان ہونے والے کمیشن کے لین دین کا اصل بوجھ مریض کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔

اگر ڈاکٹرز محض کمیشن کے لالچ میں غیر معیاری ادویات تجویز کرتا ہے یا غیر ضروری طبّی معائنہ کرواتا ہے تو اس صورت میں کمیشن لینا اور دینا حرام ہے۔ کیونکہ یہ دوسروں کے مال و جان سے کھلواڑ ہے جو شرعاً و اخلاقاً سخت ممنوع ہے۔

اس کمیشن کے جواز کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ ہے کہ دواساز کمپنیوں کے نمائندے اپنی ادویات متعارف کروانے کے لیے ڈاکٹر حضرات سے ملتے ہیں اور بغیر کسی شرط کے محض وقت دینے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کوئی تحفہ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مصنوعات (Products) متعارف کروانے کے لیے دیا گیا تحفہ بھی وصول کرنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں۔

سوال: شوہر اور بیوی کے اختلافی قول کی صورت میں کس پر اعتبار کیا جائے؟

جواب: اگر طلاق کے مسئلے پر مرد اور عورت دونوں کے بیان میں تضاد پایا جا رہا ہے۔ خاوند کہتا ہے میں نے دو طلاقیں دی ہیں اور عورت کہتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور گواہ بھی موجود نہیں ہے تو خاوند کی بات کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کی بات کو ترجیح دی جائے گی۔ الہدایہ میں ہے:

إن اختلفا فی الشرط فالقول قول الزوج إلا ان تقیم المراۃ البینۃ لانہ متمسک بالاصل وھو عدم الشرط ولانہ منکر وقوع الطلاق وزوال الملک والمراۃ تدعیہ فان کان الشرط لا یعلم الا من جھتھا فالقول قولھا فی حق نفسھا۔

(مرغینانی، الہدایۃ شرح البدایۃ، ۱: ۲۵۲)

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اگر میاں بیوی شرط پائے جانے میں اختلاف کریں تو خاوند کی بات مانی جائے گی۔ ہاں اگر عورت اس کے خلاف ثبوت لائے تو اس کی بات مانی جائے گی۔ اس لئے کہ خاوند اصل سے دلیل لا رہا ہے اور اصل یہ ہے کہ شرط نہ پائی جائے۔ کیونکہ طلاق واقع ہونے اور ملک متع کے زوال کا انکار کر رہا ہے اور عورت اس کی دعویدار ہے۔ ہاں اگر شرط ایسی ہے جو صرف عورت کی طرف سے معلوم ہو سکتی ہے تو عورت کی بات اس کے حق میں مانی جائے گی۔ اسی طرح اگر گواہ موجود نہیں اور دونوں حلفاً بھی بیان کریں تو خاوند کی بات مانی جائے گی۔

سوال: اگر زوجین طویل عرصے تک الگ رہیں اور بعد ازاں بیوی خلع کا کیس کرے تو عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: رخصتی کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان جسمانی تعلق یا خلوتِ صحیحہ (نکاح کے بعد لڑکی لڑکے کا ایسے اکیلا/خلوت میں ہونا کہ مباشرت میں کوئی امر مانع نہ ہو) ثابت ہے تو طلاق، خلع یا عدالتی تنسیخ کا فیصلہ ہونے پر بیوی پر عدت گزارنا واجب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ. (الْبَقَرَة، ۲: ۲۲۸)

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

مندرجہ بالا آیت میں ایسی مطلقہ عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے جس نے شوہر کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر لیا ہو یا ان کی خلوتِ صحیحہ ثابت ہو چکی ہو، اور اس عورت کو حیض بھی آتا ہو تو طلاق کے بعد اس پر تین حیض تک عدت گزارنا ضروری ہے۔

عدت سے استثنیٰ صرف غیر مدخولہ کیلئے ہے۔ مطلقہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہے۔ عدت کا نفاذ/شمار تب سے کیا جائے گا جب شوہر کی وفات، طلاق، خلع یا تنسیخِ نکاح واقع ہو گی، جب تک اِن میں سے کوئی امر واقع نہیں ہوتا اس وقت تک نکاح برقرار رہے گا، چاہے میاں بیوی طویل عرصے تک ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ جب عورت عدالت سے خلع یا تنسیخِ نکاح کا فیصلہ حاصل کر لے تو جس تاریخ کو فیصلہ آئے گا اُس دن سے اس کی عدت شروع ہو گی، جس کی مدت تین حیض تک ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانی (یوم وصال) کی مناسبت سے تحریر

ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری

وفا بالرسول ﷺ اور نصرتِ دین کی تاریخ کا اولین باب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت مبارکہ ہے۔ آپ کی وفا شعاری، محبت و تعظیم رسول ﷺ، نصرتِ دین اور انفاق فی سبیل اللہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت اور تعظیم رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک عاشقِ صادق، خادمِ خاص اور ایک جانثارِ کی طرح زندگی بسر کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نبی محترم و محتشم ﷺ کے حقیقی وفادار ہیں۔ جانثاری، وفاداری، انفاق فی سبیل اللہ اور عشق و محبت کے راستوں میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت صفِ اول میں نمایاں نظر آتی ہے۔ عشقِ رسول ﷺ کے باب میں ان کی سوانح حیات کا ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کھلی کتاب کی طرح امتِ مسلمہ کے لیے ہدایت و رشد کا سامان ہے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے آقا و مولیٰ تاجدار کائنات سید المرسلین ﷺ کے ساتھ وفاداری و جانثاری کا تعلق ایک روشن و منور گوشہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیر البشر سید الکونین والثقلین رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ سے براہ راست تعلیم و تربیت اور اخلاقیات کا اکتساب کیا تھا۔ اسی طرح کتاب اللہ کی آیات بینات اور ان کے معانی و مفاہیم اور اسرار و رموز کی معرفت بھی وافر و کثیر براہ

راست بارگاہ مصطفوی ﷺ سے حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم اور احکام رسول ﷺ پر ہمیشہ عمل کیا۔ مکارمِ اخلاق پر تربیت نبوی ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اخلاق کریمانہ کو جلا بخشی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اگر بحرین کا مال (جزیہ) آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپ مال دوں گا۔ لیکن بحرین سے مال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ وصال فرما گئے:

فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ، فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَعَدَنِي فَحَثَى لِي ثَلَاثًا۔ (بخاری، الصحیح، ۲: ۹۱۷، الرقم: ۲۴۵۸)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک منادی سے یہ اعلان کرنے کے لیے کہا کہ جس سے حضور نبی اکرم ﷺ کا کوئی وعدہ ہو یا آپ ﷺ پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں آپ کے ہاں گیا اور کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا یہ سن کر انہوں نے تین لپ بھر کر مجھے دیئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل آپ کی حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت و اطاعت میں فنا ہونے کا ایک عملی اظہار ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے کیے گئے وعدے کو بھی بلا تامل نبھایا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارکہ کے بعد بھی آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو بہر صورت پورا فرما رہے ہیں تو حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کے فرامین پر عمل درآمد میں کس قدر محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اپنے گرد پھیلی ہوئی گمراہیوں، غلط رسوم و رواج، اخلاقی و معاشرتی برائیوں سے پاک صاف ہونے کے ساتھ ساتھ اوصاف حمیدہ سے بھی متصف تھے۔ آپ کے اعلیٰ محاسن و کمالات اور خوبیوں کی بنا پر مکہ مکرمہ اور اس کے قرب و جوار میں آپ رضی اللہ عنہ کو محبت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت سیدنا سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں اور اللہ جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ذات میں ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے اور اسی کے سبب اسے جنت میں بھی داخل فرما دیتا ہے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے اندر بھی ان میں سے کوئی خصلت

موجود ہے؟ ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! تمہارے اندر تو یہ ساری خصلتیں موجود ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفاداری، اعتماد اور عظمت کے بارے میں یوں گویا ہوتے ہیں:

إِذا تَذَكَّرتَ شَجواً مِن أَخي ثِقَةٍ

فَاذكُر أَخاكَ أَبا بَكرٍ بِما فَعَلا

آپ کو کسی قابل بھروسہ بھائی کا غم یاد ہو تو اپنے بھائی ابو بکر کو یاد کرو جو کچھ انہوں نے (دین اسلام کے لیے) کیا۔

خَيرَ البَرِيَّةِ أَتقاها وَأَعدَلَها

إِلّا النَبِيَّ وَأَوفاها بِما حَمَلا

لوگوں میں سب سے بہتر اور ان میں سے سب سے زیادہ متقی اور عادل تھے۔ سوائے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، اور لوگوں میں سے سب زیادہ ان کے دین کے وفادار تھے۔

الثانِيَ الصادِقَ المَحمودَ مَشهَدُهُ

وَأَوَّلَ الناسِ مِنهُم صَدَّقَ الرُسُلا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے سچے اور قابل تعریف شخص ہیں اور لوگوں میں سب سے پہلے وہ جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

وَثانِيَ اثنَينِ فِي الغارِ المُنيفِ وَقَد

طافَ العَدُوُّ بِهِ إِذ صَعَّدَ الجَبَلا

اور دو میں سے دوسرے جو بلند غار میں موجود تھے۔ جس کا دشمن پہاڑ پر چڑھتے ہی طواف کر رہا تھا۔

وعاشَ حَمداً لِأَمرِ اللَهِ مُتَّبِعاً

بِهَديِ صاحِبِهِ الماضي وَما اِنتَقَلا

آپ نے خدا کے حکم کی تعریف میں زندگی گزاری اور اس پر عمل کیا۔ اور اپنے صاحب (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہدایت پر عمل پیرا رہے اور اس سے اعراض نہیں برتا۔

وَكانَ حِبَّ رَسولِ اللَهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَد عَلِموا

مِنَ البَرِيَّةِ لَم يَعدِل بِهِ رَجُلا

(الحماسة المغربية، ۲: ۷۸۸)

وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب تھے اور لوگ اس شے کو جانتے تھے۔ مخلوق میں سے اور کوئی آدمی ان کے ہم پلہ نہ تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سفر ہجرت کا پسِ منظر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اپنے والدین کو دین حق کی پیروی کرتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح و شام دونوں وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو سخت اذیت دی جانے لگی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے (مکہ سے) نکلے۔ جب آپ برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو انہیں ابن دغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا: اے ابو بکر! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر و سیاحت کروں اور اپنے رب کی یکسوئی سے عبادت کروں۔ ابن دغنہ کہنے لگے:

فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

تمہارے جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے کیونکہ ضرورت مند محتاج لوگوں کے پاس جو چیز نہیں ہوتی تم انہیں مہیا کرتے ہو، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو، ناداروں کی کفالت اور مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو اور راہِ حق میں اگر کسی کو مصیبت آئے تو تم اس کی مدد کرتے ہو۔

لہذا میں تمہیں پناہ دیتا ہوں تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ اس کے بعد ابن دغنہ رات کے وقت قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا: ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے:

أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو لوگوں کو وہ چیزیں مہیا کرتے ہیں جو ان کے پاس نہیں ہوتیں، وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک اور بے کسوں کی کفالت کرتا ہے، مہمان نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور جب کبھی کسی کو راہِ حق میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی مدد کرتا ہے۔

قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو مسترد نہ کیا۔ البتہ اس سے کہا کہ تم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور وہیں نماز یا جو چاہیں ادا کریں۔ اعلانیہ یہ کام کر کے ہمارے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں کیونکہ یہ کام اعلانیہ کرنے سے ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔

ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچادیا تو انہوں نے اس شرط کے مطابق مکہ میں دوبارہ رہائش رکھ لی۔ چنانچہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے۔ نہ تو نماز اعلانیہ ادا کرتے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ تلاوت ہی کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال میں آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، وہاں نماز ادا کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ پھر ایسا ہوا کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے بکثرت ان کے پاس جمع ہو جاتے، سب کے سب تعجب کرتے اور آپ کی طرف متوجہ رہتے۔ چونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑی گریہ و زاری کرنے والے شخص تھے، جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر سردارانِ قریش گھبرا گئے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے آقا و مولا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ جانثاری کا تعلق ایک روشن گوشہ ہے

بالآخر انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ اس کے آنے پر انہوں نے شکایت کی کہ ہم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمہاری وجہ سے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں، مگر انہوں نے اس سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جس میں اعلانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے بگڑ جائیں گے، لہذا تم انہیں منع کرو اور اگر وہ اسے منظور کر لیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو امان برقرار ہے اور اگر نہ مانیں اور اس پر ضد کریں کہ اعلانیہ عبادت کریں گے تو تم اپنی پناہ ان سے واپس مانگ لو کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ کو توڑنا پسند نہیں کرتے لیکن ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اعلانیہ عبادت کو کسی صورت بھی برقرار نہیں رکھ سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم سے کس بات پر معاہدہ کیا تھا، لہذا تم اس پر قائم رہو یا پھر میری امان مجھے واپس کرو کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ جس کو میں نے امان دی تھی، اسے پامال کر دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ

میں تیری امان واپس کرتا ہوں اور میں صرف اللہ عز وجل کی امان پر خوش ہوں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مکہ ہی میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا تھا:

إِنِّي أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ

"مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس کے دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں۔"

یہ سن کر جس نے ہجرت کی تو وہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا اور اکثر لوگ جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہ بھی مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ طیبہ جانے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي

"ٹھہر جاؤ کیونکہ امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔"

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تعجل لعل الله يجعل لك صاحبا۔

(المعجم الکبیر، ۲۲:۱۷۷، رقم: ۴۶۲)

اے ابو بکر. جلدی نہ کرو، اللہ آپ کا صاحب مقرر فرمادے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی امید ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔" پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے لیے روک لیا اور اپنی دونوں اونٹنیوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر پر چادر اوڑھے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے کبھی اس وقت ہمارے پاس نہ آتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اللہ کی قسم! وہ اس وقت کسی خاص ضرورت ہی سے آئے ہیں۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ کو اجازت دی گئی۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اندر آکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنے لوگوں سے کہو ذرا باہر چلے جائیں۔'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ! یہاں تو آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: الصَّحَابَةُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: نَعَمْ۔

مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی ساتھ لیجیے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' (بخاری الصحیح، ۲: ۸۰۴، الرقم: ۲۱۵۷)

اس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت میں سفرِ مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

بطورِ امیر المومنین ذریعۂ معاش

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار جا رہے تھے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا: بغرض تجارت بازار جا رہا ہوں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اب آپ رضی اللہ عنہ یہ کام چھوڑ دیجئے، اب آپ لوگوں کے خلیفہ (امیر) ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو پھر میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ واپس چلئے، اب آپ رضی اللہ عنہ کے یہ اخراجات حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طے کریں گے۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال کے واسطے ایک اوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزانہ کی خوراک اور موسم گرما و سرما کا لباس مقرر کیجئے لیکن اس طرح کہ جب پھٹ جائے تو واپس لے کر اس کے عوض نیا دے دیا جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرر کردی۔ (تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، ص ۵۹)

☆ امام عالی مقام سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دیکھو! یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں کھاتے پیتے ہیں اور

یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں یہ سب بیت المال سے لیا گیا ہے۔ ہم ان سے اسی وقت تک نفع اٹھا سکتے ہیں جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت انجام دیتا رہوں گا۔ جس وقت میں وفات پا جاؤں تو یہ تمام سامان حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دے دینا۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ تمام چیزیں حسب وصیت واپس کر دیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چیزیں واپس پا کر فرمایا:

"اے ابو بکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے کہ آپ نے تو اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا ہے"۔

(تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، ص ٦٠)

> **حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ برائیوں سے پاک اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے**

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ پہلی ہستی ہیں جن کے مال سے سب سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ انہوں نے اپنا مال اسلام کی نشر واشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مصالحہ عامہ کے لیے سخاوت کے ساتھ خرچ کیا۔ آپ نے ان اہلِ حق کو کفار کی غلامی سے چھٹکارا دلانے کے لیے مال خرچ کیا جن کو کفار طرح طرح کی اذیتیں اور دردناک تکالیف پہنچاتے تھے حتی کہ ان کی جان لینے تک کا ارادہ رکھتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ میں ایسے عظیم صبر واستقامت والے صحابہ کی تعداد سات آئی ہے ان میں سے سر فہرست حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أبو بكر سيدنا وأعتق سيدنا يعني بلالاً

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کرایا۔"

(حلیۃ الاولیاء، ۱: ۱۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجًا أَوْ قَالَ: زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ أُرَاهُ قَالَ: فِي سَبِيلِ اللهِ، دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: يَا مُسْلِمُ، هٰذَا خَيْرٌ هَلُمَّ إِلَيْهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هٰذَا رَجُلٌ لَا تُودَى عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ إِلَّا مَالُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: وَهَلْ نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ، وَهَلْ نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ، وَهَلْ نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ۔

(احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۶، الرقم: ۸۷۷۶)

جو شخص اپنے مال میں سے ایک یا دو جوڑے والی چیزیں اللہ کے راستے میں خرچ کرے، اسے جنت کے خازن بلاتے ہیں کہ اے مسلمان! یہ خیر ہے، اس کی طرف آگے بڑھ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس شخص پر کوئی تباہی نہیں آسکتی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا ہے، اتنا کسی کے مال نے نفع نہیں پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔ اللہ نے مجھے آپ کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما لأحد عندنا يد إلا كافأناه عليها ما خلا أبا بكر فإن له عندنا يدًا يكافئه الله به يوم القيامة۔

(الترمذی، السنن، ۵: ۶۰۹، الرقم: ۳۶۶۱)

"ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ جس شخص نے ہم پر کوئی احسان کیا تھا، ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے، لیکن انہوں نے جو کچھ ہمیں عطا کیا ہے، اس کی جزا روز قیامت اللہ ہی انہیں عطا فرمائے گا۔ کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے، اگر میں نے کسی شخص کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابو بکر کو خلیل بناتا، سن لو! تمہارا صاحب، اللہ کا خلیل ہے۔"

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو دینِ حق کی پیروی کرتے ہوئے دیکھا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خصوصی اہمیت و فضیلت حاصل تھی۔ قرآن مجید کی تقریباً 32 آیات آپ کے متعلق ہیں جن سے آپ کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے اپنے اقوال، اعمال اور احوال بدلنے کی توفیق عطا فرمائے اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیرات سے ہمارے قلوب و ارواح کو منور فرمائے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اکتساب کرنے اور ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دورِ جدید میں نسلِ نو کی تربیت کے تقاضے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل)

بچوں کی تربیت کرنا ایک حساس اور سنجیدہ نوعیت کا موضوع ہے۔ اگر اس موضوع کے تمام تقاضوں اور پہلوؤں کو صحیح طور پر پورا کریں تو ہم نئی نسل اور مستقبل کے اِن ستاروں کو صحیح سمت اور ڈگر پر گامزن کر سکتے ہیں۔ بچوں کے حوالے سے والدین، اساتذہ اور معاشرے نے تربیت کے تقاضوں کو صحیح طریقے سے نہیں سمجھا اور نہ آداب، اخلاق اور تربیتی نظام کو سنجیدگی سے اپنی زندگی کا حصہ بنایا ہے۔ جو زندگی ہم گزار رہے ہیں، وہ درحقیقت خود سے چل رہی ہے اور راستے میں جو کچھ آجاتا ہے، ہم اُسے ڈیل کر لیتے ہیں۔ یاد رکھیں! تربیت معاملات کو روزمرہ معمول کے مطابق سرانجام دینے کا نام نہیں بلکہ تربیت اُس لباس کو پہننے کا نام ہے جو ابتداء سے انتہاء تک حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔۔۔ آقا علیہ السلام کی بارگاہ کی عطا کردہ تربیت کے دھاگوں سے جُڑا ہوا ہو۔۔۔ اور اُسوہ مصطفی ﷺ سے مزیّن ہو۔ اس حوالے سے اگر ہم صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ انھیں تربیت کیسے میسر آئی تو صحابہ کرامؓ کہا کرتے تھے کہ ہم تو عرب کے وہ بدو ہیں کہ ہمیں اخلاقیات، آداب اور تعلیم و تربیت کی کوئی خبر نہ تھی۔ ہمیں نہ دین کا پتہ تھا اور نہ دنیا کی خبر تھی، ہم اپنی ہی زندگی میں مست انسان تھے۔ اللہ رب العزت نے ہم پر یہ کرم کیا کہ ہم میں حضور نبی اکرم ﷺ کو بھیج دیا۔ پھر جو حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا، اس پر ایمان لاتے رہے اور جیسا حضور نبی اکرم ﷺ کو کرتے

ہوئے دیکھا، وہ ہمارے لیے اُسوہ اور قدوہ بن گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے کہنے پر ہم نے اللہ کو مانا اور کفر و شرک سے توبہ کی۔ الغرض جو جو حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے رہے، ویسے ویسے ہم کرتے رہے اور اس طرح ہمارا دین مکمل ہو گیا۔

آج اگر ہم اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں تو واضح نظر آتا ہے کہ ہم میں تربیت اور اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم آداب، روایات اور اسلامی کلچر سے محروم ایک ہجوم ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگلی نسل کے ایمان کی حفاظت کی ذمہ داریاں ادا کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔ ہمارے آباؤاجداد کی اپنی تربیت اچھی تھی تو کسی حد تک ہم بچ گئے اور پھر ہمیں آج کے دور میں منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صحبت میسر آگئی، جس کے سبب کچھ نہ کچھ اخلاقیات اور آداب ہمارے اندر موجود ہیں۔

حضرتِ لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں ایک جامع پیکیج ہے، اس کی روشنی میں اولاد کی تربیت کریں

اپنے ایمان کی مزید حفاظت کے لیے ہمیں تجدید و احیائے دین کی اس عالمگیر تحریک کے ساتھ اپنے تعلق کو مزید مضبوط و مستحکم کرنا ہوگا۔ منہاج القرآن اور شیخ الاسلام کی صورت میں ہمیں دراصل حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فیض میسر آیا ہے کہ آج کے اس مادیت پرستی کے دور میں اللہ رب العزت نے یہ کرم کیا کہ ہمیں دینِ محمدی کی حقیقی تعلیمات سے آشنا کرنے والا مل گیا جن کی پیروی سے ہم نے دین اسلام کی تعلیمات کو ان کی حقیقی روح کے ساتھ پہچانا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

الغرض جیسے بھی تھا، کچھ نہ کچھ ایمان کو ہم نے محفوظ کر لیا مگر اب لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اگلی نسل کے لیے بہت سے چیلنجز موجود ہیں اور ان کے لیے اپنا ایمان محفوظ رکھنا بڑا دشوار ہے۔ یہ ایک کڑوی حقیقت ہے، اِسے ہمیں قبول بھی کرنا ہوگا اور اِس کو چیلنج سمجھتے ہوئے اس سے نبرد آزما بھی ہونا ہوگا۔ پہلے ہماری زندگیوں میں سادگی تھی، اٹھارہ سال کا بچہ بھی بڑی مشکل سے کوئی چیزیں سیکھتا تھا مگر آج چھ سات سال کا بچہ بھی وہ باتیں کہہ دیتا ہے جو ہم سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں بھی کہتے ہوئے شرماتے تھے۔ آج کے دور میں جنم لینے والے بچے کی approach بھی موجود زمانے کی ترقی، ڈویلپمنٹ اور ٹیکنالوجی کی طرح بلند ہے۔ اس approach اور آج سے 60/50 سال قبل جنم لینے والے بچے کی

approach میں واضح فرق ہے۔ آج کے بچے کی سوچ، اُس کی کسی بات کو سمجھنے کی صلاحیت اور ذہانت پچھلے دور کی نسبت اونچے درجے کی ہے۔ ہم تو سوال کرتے ہوئے جھجکتے تھے اور از خود جانتے تھے کہ والدین کے کچھ آداب ہیں، جنھیں ملحوظ رکھنا ہوگا جبکہ آج کے بچے کو آداب سکھانے پڑیں گے، انھیں بتانا پڑے گا کہ والدین کے آداب اور مقام کیا ہے۔۔۔؟ بڑوں کی عزت کیوں کی جاتی ہے۔۔۔؟ ادب اور اخلاق کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ کس طرح کے رویے اپنانے چاہییں اور کس طرح کے مزاج اور طور طریقوں کو چھوڑ دینے چاہییں۔۔۔؟

ہمیں آج کے اس جدید دور کے بچے کی اُس طرح پرورش کرنا ہے، جس طرح کا زمانہ ہے۔ وہ دور گئے کہ والد نے بچے کو ڈانٹ دیا کہ بیٹھ جا تو وہ شام تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ آج بچے سوال کرتے ہیں کہ مجھے جس کام سے روکا جا رہا ہے، اس کا سبب کیا ہے کہ میں اسے نہ کروں۔۔۔؟ مجھے جس کام کے کرنے کا کہا جا رہا ہے، مجھے بتائیں کہ کیا وجہ ہے کہ میں یہ کام کروں۔۔۔؟ لہذا ہمیں پہلے انھیں سمجھانا پڑے گا۔ غصہ تو دور کی بات، اُس کو نصیحت کرنے سے پہلے بھی سمجھانا ہے کہ اسے نصیحت کیوں کی جا رہی ہے۔۔۔؟ ہم نے اُسے سمجھانا بھی ہے، سلیقہ بھی دینا ہے اور معاشرے کے ہر طبقے کے آداب اور اخلاق کی خبر بھی دینی ہے۔ اسے اٹھنے بیٹھنے، پڑھنے لکھنے، سیکھنے، چلنے، کھانے پینے، دوستی، معاشرے، سکول، مدرسے، کتاب، قلم

> **حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جو فرماتے رہے ہم ویسے ویسے کرتے رہے اور اس طرح ہمارا دین مکمل ہوگیا**

الغرض ہر چیز کے ادب اور مقام سے آگاہ کرنا ہے۔ آج ہم صرف یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ کرلیں، لہذا ایسا کرلو۔ بچہ ہم سے اس کی وجہ اور سبب پوچھتا ہے۔ اس کے سوال کے جواب میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے جیسے میں نے کہہ دیا، بس ایسے ہی کرو۔ وہ دور گیا جب ہم اس طرح بچوں کو ڈیل کرتے تھے۔ اب اسے ہر بات کی logic سمجھانی ہے، اس لیے کہ سائنسی دور ہے، اسے پیار سے سمجھانے اور diplomatically deal کرنے کی ضرورت ہے، حکمت کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے، آج حکم دینے سے پہلے اپنی عزت کو سنبھالنا زیادہ ضروری ہے۔ کمپیوٹر سائنس سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی دنیا نے ہمارے بچوں کو proactive کر دیا ہے۔

تربیتِ اولاد (قرآن مجید کی روشنی میں)

اولاد کی تربیت کے باب میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنی بیٹے کو نصیحتیں ایک ایسا پیکج ہے کہ ہمیں اس کی روشنی میں تربیتِ اولاد کا اہتمام کرنا ہوگا۔ یہ چارٹر آف ٹریننگ نہایت جامع ہے۔ ذیل میں حضرت لقمان علیہ السلام کی ان ہی نصائح کی روشنی میں موجودہ حالات اور تقاضوں کے مطابق تربیتِ اولاد کے ضمن میں چند اہم نکات درج کیے جارہے ہیں:

(۱) شکر گزاری

سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلی نصیحت یہ کی کہ ہر شے کی اصل شکر گزاری ہے۔ آپ نے فرمایا:

أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (لقمان، ۳۱: ۱۲)

کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

یعنی اے میرے بیٹے! اگر تو نے زندگی میں کچھ بننا ہے تو اپنی طبیعت میں شکر گزاری پیدا کرو اور اللہ کی بارگاہ سے ملنے والی نعمتوں پر اس کے حضور شکر بجالاؤ۔ پھر فرمایا:

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ (لقمان، ۳۱: ۱۲)

اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے۔

(۲) عقیدہ کی اصلاح

چارٹر آف ٹریننگ کا دوسرا نقطہ آپ نے اصلاحِ عقیدہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان، ۳۱: ۱۳)

اے میرے فرزند! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

یعنی آپ نے شکر گزاری سکھائی اور پھر فرمایا کہ جس ذات کی شکر گزاری سکھا رہا ہوں، اس ذات کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ بنانا۔ یاد رکھیں! کوئی بھی تربیت جس کا ہم تعین کریں، اُس کا آغاز سمت سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے direction (سمت) اور راستے کو متعین کرنا اور سمجھنا پڑتا ہے، جس پر ہم نے چلنا ہے۔ اگر راستہ درست ہوگا تو صحیح طریقے سے منزل تک پہنچ پائیں گے۔ پہلا قدم اگر صحیح اُٹھا لیا جائے تو آخری قدم کی فکر نہیں ہوتی اور اگر پہلا قدم ہی غلط اُٹھا لیا جائے، خواہ والدین کی وجہ سے، استاد کی وجہ سے، صحبت کی وجہ سے یا معاشرے کی وجہ سے تو پھر سو قدم بھی درست کرتے رہیں، بڑی مشکل سے صحیح سمت واپس آتے ہیں۔

سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے کی توجہ بھی اسی پہلے قدم کی طرف دلوائی اور اسے عقیدہ کی واضحیت کی نصیحت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح دینی عقائد اور تعلیم و تربیت ہر بچے کے لیے پہلا قدم ہے۔ عقیدہ، سوچ اور اعتقاد کا درست ہونا لازمی امر ہے۔ ہم لوگ بد قسمتی سے اِس پہلو پر توجہ نہیں دیتے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤاجداد کا یہی عقیدہ ہے، وہ اِسی طرح کرتے رہے ہیں، ہم بھی اسی طرح کرتے رہیں گے۔ اولاد کے عقائد اور خیالات کی تطہیر کے لیے آج پہلے ہمیں خود قرآن و سنت کے دلائل سے مزین ہونا ہوگا اور پھر اولاد کو اعتقادی اور روحانی طور پر دلائل کی بنیاد پر صحیح راستے پر گامزن کرنا ہوگا۔ اس لیے کہ آج کا بچہ ہر چیز کے بارے میں کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ کا سوال کرتا ہے، لہذا اسے عقلی و نقلی ہر حوالے سے مطمئن کرنا ہوگا۔

اگر والدین کا اپنا ذہن اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی، وہ خود کہیں سیکھتے اور سکھاتے نہیں ہوں گے، علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی صحبت میں بیٹھ کر سیکھتے نہیں ہوں گے تو وہ اولاد کی تربیت کے باب میں مشکل میں پڑ جائیں گے۔ جب بچے اِدھر اُدھر سے بات سنیں گے، سکول، اساتذہ، معاشرے اور غلط صحبت کے سبب ان کے ذہن میں اگر ایسی چیزیں ڈال دی جائیں گی، جو صحیح عقیدہ نہ ہوا تو پھر والدین اپنی کم علمی کے سبب انھیں سنبھال نہ پائیں گے۔ لہذا ہمیں اپنی اولاد کے عقیدے کو درست رکھنے اور انھیں درست سمت پر گامزن رکھنے کے لیے خود بھی پڑھنا اور سننا ہوگا۔ ہمیں عقیدہ by default مل گیا ہے لیکن آج کے دور میں عقیدہ by default آگے منتقل نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے ہمیں ذاتی سطح پر محنت، کوشش اور جدوجہد کے ساتھ منطقی طور پر چیزوں کو سمجھنا اور سمجھانا پڑے گا۔

> **سیدنا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرو**

اسی تناظر میں ہمارے ہاں رائج خرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم دین کو سمجھنے کے معاملہ میں تساہل پسندی اور سستی کا شکار بھی ہیں۔ ہم دین کو by default سمجھتے ہیں اور عقائد کی درستگی کے لیے کسی اور سے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے یا اگر کرتے بھی ہیں تو اس میدان کے حقیقی ماہر کے پاس جانے کے بجائے جذباتی، سطحی اور نااہل لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور پھر ان کی طرف سے جو

بھی ملتا ہے، اس کو حقیقی سمجھ لیتے ہیں۔ یا بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ جب دین کی بات آجائے تو ہم خود ہی مفکرِ اعظم بن جاتے ہیں، شریعت کی بات ہو تو مفتی اعظم بن جاتے ہیں۔ اس رویہ کی وجہ یہ ہے کہ ہم دین کو تساہل پسندی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ دین کو سنجیدگی سے سمجھیں اور اُن سے سمجھیں جن کے پاس دین کا حقیقی فہم ہے۔ ہم غلط لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر اور ان سے دین کے مسائل سمجھ کر بچوں کو بھی غلط ڈگر پر ڈال دیتے ہیں۔ اِس لیے عقیدے کی اصلاح تربیت کے باب میں انتہائی ضروری ہے۔

(۳) والدین کی شکر گزاری

حضرت لقمان علیہ السلام نے تیسری نصیحت اپنے بیٹے کو یہ کی کہ اپنے والدین کا شاکر اور اپنے والدین کا تابعدار بنے رہو۔ جنہوں نے انگلی پکڑ کر تمہیں چلنا سکھایا اور تمھارے لیے مشکلات برداشت کیں، اُن والدین کے ادب کو کبھی نہ بھولیں۔ ارشاد فرمایا:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (لقمان، ۳۱: ۱۴)

(یہ حکم دیا) کہ تو میرا (بھی) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

یعنی والدین بھی اولاد کے حوالے سے اللہ کا شکر ادا کریں اور پھر اولاد بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کی بھی شکر گزار بنے۔

(۴) تلقینِ عبادت

حضرت لقمان علیہ السلام اولاد کی ہمہ جہتی تربیت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اُسے چوتھی وصیت عبادت کے حوالے سے کرتے ہیں کہ:

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ (لقمان، ۳۱: ۱۷)

اے میرے فرزند! تو نماز قائم کر۔

گویا اولاد کو حقوق اللہ کی ادائیگی اور اللہ کی بندگی کے آداب کی طرف بھی متوجہ کرنا نہایت ضروری امر ہے۔ ہم اس حوالے سے بھی کوتاہی کا شکار ہیں۔

(۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

حضرت لقمان علیہ السلام نے تربیت اولاد کے حوالے سے عقائد کی اصلاح، اللہ تعالیٰ کے شکر، والدین کی فرمانبرداری اور قیام نماز کے بعد مزید معاشرتی آداب اور اخلاقیات کی طرف متوجہ کیا۔ فرمایا:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان، ۳۱: ۱۷)

نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کر۔

اولاد کے عقائد اور خیالات کی پاکیزگی کیلئے والدین کو خود کو قرآن وسنت کی تعلیم سے مزین کرنا ہو گا

اولاد کو نیکی اور بھلائی کی ترغیب اور حکم دینے کی طرف متوجہ کرنا بھی تربیت کا حصہ ہے۔ اسی طرح برائی کو روکنے کی ترغیب دینا اور تلقین کرنا بھی تربیتِ اولاد کا لازمی جزو ہے۔ آج ہمارے بچے اور اولاد تو بڑی دور کی بات ہم خود بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس ذمہ داری کو کماحقہ ادا نہ کر سکنے کے سبب ہی معاشرہ میں روحانی و اخلاقی اقدار زوال پذیر ہو رہی ہیں۔ ہمیں خود بھی اس حکم الٰہی پر کاربند ہونا ہے اور بچوں کی تربیت بھی اس نہج پر کرنی ہے کہ وہ بھی ہر سطح پر اس فریضہ کی ادائیگی میں کبھی لیت و لعل سے کام نہ لیں۔

(٦) تکلیف پر صبر

حضرت لقمان علیہ السلام تربیتِ اولاد کے ذیل میں نہایت اہم امر کی طرف اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ (لقمان، ٣١: ١٧)

یعنی اللہ کی طرف سے اگر تمہیں تکلیف اور آزمائش آجائے تو اس پر صبر کرنے والے بنو۔ گویا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکوہ و شکایت اور گلہ نہ کرنے کے حوالے سے بھی بچوں کو متوجہ کرنا ضروری ہے۔ اسی سے اُن کے اندر قناعت اور توکل جنم لے گا۔ بصورتِ دیگر وہ آزمائشوں اور امتحانات میں صبر کا دامن نہ تھامنے کے سبب اللہ کی رحمت سے مزید دور ہوتے چلے جائیں گے۔

(٧) غرور کی ممانعت

اخلاقی تربیت کے مزید معاشرتی پہلو اور آداب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (لقمان، ٣١: ١٨)

اور لوگوں سے (غرور کے ساتھ) اپنا رخ نہ پھیر۔

یعنی اگر کوئی شخص تم سے بات کرے تو غرور والے انداز سے چلتے نہ جایا کرو بلکہ ٹھہر کر اس کی بات سنا کرو۔ ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ماڈرن طریقہ ہے، یہ

آداب ہیں۔ حالانکہ آقا ﷺ، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء، صالحین کے ایسے آداب تو نہ تھے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے جہاں اپنے بیٹے کو رویے اور مزاج میں غرور و تکبر سے منع کیا وہاں اسے چلنے کے انداز میں بھی غرور و تکبر کی ممانعت کی۔ فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔ بے شک اللہ ہر متکبر، اترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔ (لقمان، ۳۱: ۱۸)

گویا اس حد تک وہ اپنے بیٹے کو آداب سے آشنا کر رہے ہیں کہ چلنے تک کے طریقہ کار سے آگاہ کر رہے ہیں کہ اکڑ کر چلنا بھی بے ادبی ہے اور دینی تعلیمات کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اسی خوبی کے حاملین کو عباد الرحمن قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا

اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔ (الفرقان، ۲۵: ۶۳)

(۸) اعتدال و توازن

سیدنا لقمان علیہ السلام نے بھی پہلے اپنے بیٹے کو اس انداز سے چلنے سے منع کیا جو خدا کو پسند نہیں اور پھر اپنے بیٹے کو چلنے کے بھی آداب سکھائے اور فرمایا:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ (لقمان، ۳۱: ۱۹)

اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کرو۔

چلنے میں میانہ روی کو اختیار کرنے میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زندگی کے ہر عمل میں میانہ روی اور اعتدال و توازن ضروری ہے۔ اگر چلنے میں میانہ روی کو لازم قرار دیا جا رہا ہے تو زندگی کے بقیہ امور میں میانہ روی کو اختیار کرنے کی ضرورت و اہمیت از خود واضح ہو جاتی ہے۔ اسی بات کو حضرت لقمان علیہ السلام نے آواز کو پست رکھنے کے ذیل میں واضح کر دیا کہ آواز بھی زیادہ بلند نہ ہو بلکہ اس میں بھی میانہ روی اور آہستگی و شائستگی جھلکتی ہوئی نظر آئے۔ فرمایا:

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (لقمان، ۳۱: ۱۹)

اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو روزمرہ معمول کے چھوٹے سے چھوٹے ادب کو پیشِ نظر رکھنے کی نصیحت کی حتیٰ کہ بولنے کے بھی آداب سکھا دیئے کہ گفتگو کیسے کرنی ہے اور دوسروں سے کلام کرتے ہوئے کیا طریقہ اپنانا ہے۔ یعنی اپنی آواز کو نہ بہت بلند کرو، نہ بہت آہستہ کرو بلکہ میانہ روی

کے ساتھ بولو۔ اُس پیاری آواز سے بولو کہ جو کسی کے کانوں میں پڑے تو وہ رس گھولتی چلی جائے، وہ اس قدر خوشگوار اور مٹھاس بھری ہو کہ وہ بات کانوں سے اُترے اور دل میں جاگزین ہو جائے۔ پھر آگے اُنہوں نے مثال بھی دے دی اور فرمایا:

إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (لقمان، ۳۱: ۱۹)

بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو مندرجہ بالا نصائح کی روشنی میں ہمیں بھی اپنی اولاد کو ان ہی معاشرتی آداب کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔

(جاری ہے)

تجدید واحیائے دین، دعوت وتبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج واقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگہی کے لئے

ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext: 128
0300-8886334 Whatsapp: 0300-8105740
Web:www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

اسلامی مالیاتی نظام کے ذریعے معاشی ترقی کا حصول

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری (صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ معاشی ترقی کا حصول معاشرتی ذمہ داریوں (Social responsibility) پر توجہ دیے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزنس کمیونٹی صرف منافع کی طرف متوجہ ہونے یا تجارتی شراکتی تعاون (business partner co-opration) کو بڑھانے تک خود کو محدود نہیں کرسکتی بلکہ ملک و قوم کی ترقی کے لیے معاشرتی ذمہ داریوں کی انجام دہی از حد ضروری ہے۔ اسی احساس نے ہی ساؤتھ کوریا جیسے ملک کو ترقی یافتہ بنایا ہے۔ اگر ساؤتھ کوریا کی تاریخی حیثیت دیکھی جائے اور اس کے ترقی کرنے کے مراحل کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہاں کی معروف کمپنیز Samsung اور Daewoo اور دیگر بڑی بڑی پرائیویٹ کمپنیوں نے احسن انداز میں اس ملک کو ترقی کی منازل طے کروائی ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے تمام چیمبرز آف کامرس اور تمام کمپنیز اس progressive سوچ کو اپنالیں تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان ساؤتھ کوریا کی طرح تیزی سے ترقی کی منازل طے نہ کرسکے۔

آج یقیناً پاکستان اور پاکستانی قوم معاشی اور دیگر بہت سے حوالوں سے نہایت پریشان کن دور سے گزر رہی ہے۔ جملہ طبقات معاشرہ بشمول بزنس کمیونٹی بھی ان حالات سے متاثر ہوئی ہے۔ زیر نظر مضمون میں امت مسلمہ کے مجموعی معاشی حالات اور ان کی developmental صورتحال کا

جائزہ لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ ان حالات میں پاکستان کہاں کھڑا ہے اور وہ کون کون سے سیکٹرز ہیں جن کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں ہم موجودہ بحران کا شکار ہیں۔ معاشی بحران سے نکلنے کے لیے دو امور ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کی جانب کماحقہ متوجہ ہوں تو ہم پاکستان سے غربت ختم کر سکتے ہیں:

۱۔ حلال انڈسٹری کی طرف توجہ

۲۔ نظامِ زکوٰۃ کی اصلاح

ذیل میں ان دونوں امور کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ حلال انڈسٹری

پوری دنیا میں پاکستان سمیت 55 اسلامی ممالک ہیں۔ ان مسلم ممالک میں مسلمانوں کی آبادی کم و بیش 1.9 بلین ہے۔ اگر ان مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی اشیاء ضروریہ کا استعمال (consumptions)، ان کے کاروبار اور مارکیٹ کا جائزہ لیا جائے تو 1.9 بلین کی مسلم آبادی سالانہ 2 ٹریلین ڈالرز کا حلال فوڈ استعمال کرتی ہے۔ جس میں فارماسوئیٹیکلز، کاسمیٹکس، فیبرک کلاتھ، فیشن اور حلال ٹریولنگ (مزارات اور مقدس مقامات) شامل ہیں۔ ان سارے سیکٹرز کی worth 2 ٹریلین ڈالرز ہے۔ ذیل میں حلال انڈسٹری کی ان اشیاء کی معاشی قدر کے حوالے سے اعداد و شمار درج کیے جارہے ہیں:

(ا) مسلم دنیا اور حلال انڈسٹری

۱۔ حلال فوڈز میں گوشت، مچھلی، کوکنگ آئل اور بہت سی اشیاء شامل ہیں، صرف ان تمام غذائی اشیاء کی worth 1.27 ٹریلین ڈالرز سالانہ ہے۔ اس سیکٹر میں مزید نمو (growth) کو دیکھ کر اب یہ توقع کی جارہی ہے کہ 2025ء تک اس سیکٹر کی worth 1.27 سے بڑھ کر 1.67 ٹریلین ڈالرز تک ہو جائے گی۔

۲۔ اسلامک فنانشل پروڈکٹس میں اسلامک بنکس، نان بنکنگ فنانس کمپنیز، مائیکرو فنانس کمپنیز اور سکوک بانڈز شامل ہیں۔ اس مارکیٹ کا جائزہ لیا جائے تو پوری دنیا میں ان کی worth 3.6 ٹریلین ڈالرز ہے۔ اس سیکٹر میں بھی اضافہ ہورہا ہے اور یہ توقع کی جارہی ہے کہ 2025ء تک اس کی worth بھی 4.9 ٹریلین ڈالرز ہو جائے گی۔

۳۔ حلال فیشن اور کلاتھ انڈسٹری کو اگر دیکھا جائے تو یہ انڈسٹری 295 ملین ڈالرز کی ہو گئی ہے

اور توقع کی جارہی ہے کہ 2025ء تک یہ مارکیٹ بھی 375 بلین ڈالرز کی ہو جائے گی۔ توقع کی جارہی ہے کہ 2025ء تک یہ مارکیٹ بھی 375 بلین ڈالرز کی ہو جائے گی۔

۴۔ حلال فارماسوئیٹیکلز کم و بیش 100 بلین ڈالرز کی انڈسٹری ہے جو آنے والے سالوں میں مزید ترقی کر جائے گی۔

۵۔ حلال کاسمیٹکس کی انڈسٹری تقریباً 70 بلین ڈالرز کی worth رکھتی ہے۔

۶۔ حلال میڈیا میں فلم، ڈرامہ اور اس طرح کی انٹرٹیمنٹ آجاتی ہیں۔ اس وقت اس انڈسٹری کی worth 231 بلین ڈالر کی بن چکی ہے اور 2025ء تک تقریباً 250 بلین ڈالر تک پہنچنے کی امید ظاہر کی جارہی ہے۔ اس انڈسٹری میں ترکی بہت آگے نکل گیا ہے۔ انھوں نے ڈراماز کو بطور product متعارف کروایا ہے۔ یہ زبان اور ملک کی قید سے بہت اوپر ہیں اور بلا تفریق وہ مذہبی و تاریخی واقعات و شخصیات پر dramas بنارہے ہیں اور پوری دنیا تک ان کے ذریعے اپنی رسائی کو ممکن بنالیا ہے۔

حلال میڈیا اس لیے ترقی کررہا ہے کیونکہ مسلمانوں کی نوجوان نسل تیزی سے بڑھ رہی ہے اور جتنا آبادی بڑھتی چلی جاتی ہے اتنا ہی کسی چیز کا استعمال بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جتنی مذہبی و اخلاقی آگہی (awareness) بڑھتی چلی جائے گی، اتنی حلال پروڈکٹس کے متعلق آگہی (awareness) بڑھے گی اور یہ میدان اتنا ہی وسیع ہوتا چلا جائے گا اور لوگ اس کے استعمال کی طرف متوجہ ہوں گے۔

۷۔ حلال ٹریولنگ کا تعلق مزارات اور مقدس مقامات کے لیے سفر کرنے سے ہے۔ اس انڈسٹری کی worth بھی بلینز ڈالر میں ہے اور ترکی اس حوالے سے سب سے آگے ہے۔ ترکی نے اپنی معیشت کو ٹورازم سے ایک نیا موڑ دیا ہے اور اس سطح پر لایا ہے کہ انھوں نے مزارات کو ایک وراثت کے طور پر مارکیٹ میں پیش کیا ہے اور صاحبِ مزار کی شخصیت کا عالمی سطح پر تصور اجاگر کیا ہے۔ ان کے متعلق لٹریچر اور ڈراماز بنائے ہیں۔ انھوں نے مولانا روم کے ذریعے اپنی پوری ثقافت کو اجاگر کیا ہے۔

(۲) پاکستان اور حلال انڈسٹری

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال انڈسٹری میں دنیا کے مقابلے میں پاکستان کہاں کھڑا ہے؟ ذیل میں چند اعداد و شمار کے حوالے سے اس کا بھی اجمالی خاکہ نذرِ قارئین ہے:

۱۔ اسلامک فنانس کے حوالے سے ہمارے دعوے ایک طرف ہیں اور حقیقت دوسری طرف

ہے۔اس وقت اسلامک فنانس کی انڈسٹری کی worth 3.6 ٹریلین ڈالرز ہے لیکن اس میں پاکستان کا مارکیٹ شیئر صرف 42 بلین ڈالرز ہے۔

۲۔ حلال فوڈ کی 1.27 ٹریلین ڈالرز کی انڈسٹری میں پاکستان کا شیئر صرف 87 بلین ڈالر ہے۔ تقریباً 2 بلین مسلم آبادی میں پاکستان حلال فوڈ کا ایک بڑا برآمد کنندہ (exporter) بن سکتا ہے جس میں گوشت اور خوراک کی دیگر اشیاء شامل ہیں۔ پاکستان اگر پوری دنیا کی مارکیٹ میں حلال فوڈز کی ضروریات پوری کردے تو ملک کا معاشی بحران بھی ختم جائے گا۔

۳۔ حلال ٹورازم (religious tourism) کی انڈسٹری جسے ترکی نے promote کیا ہے اور وہ مولانا روم اور سیدنا ابوایوب انصاری ﷛ کے مزارات سے بہت زیادہ (revenue) آمدنی حاصل کرتے ہیں۔ سعودی عرب حج اور عمرے سے revenue حاصل کرتا ہے۔ پاکستان میں بھی بہت زیادہ مزارات ہیں مگر آمدنی کے حوالے سے ترکی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ ترکی کو مولانا روم کا مزار جتنا بزنس دیتا ہے اتنا پاکستان کے تمام مزارات پاکستان کو نہیں دیتے کیونکہ انھوں نے تجارتی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے مشتہر کیا ہے۔ ہم علامہ محمد اقبال، حضرت داتا علی ہجویری، حضرت بابا فرید گنج شکر، خواجہ غلام فرید، بابا بھلے شاہ اور میاں محمد بخش رحمھم اللہ کو ایک وراثت اور ایک کلچر کے طور پر پوری دنیا کے سامنے کیوں پیش نہیں کر سکے؟ اس لیے کہ ہماری توجہ اس طرف نہیں ہے۔ ہم تو اپنے بزرگوں اور ان کی تعلیمات کو باعثِ نزاع بنانے سے باز نہیں آتے چہ جائیکہ ان کو legend کے طور پر متعارف کرواکر پوری دنیا میں اس طرح پیش کیا جائے کہ لوگ محسوس کریں کہ مجھے جاکر وہاں کا visit کرنا چاہیے۔ لوگ محسوس کریں کہ مجھے علامہ اقبال کا شہر دیکھنا ہے، لاہور جاکر داتا علی ہجویریؒ کا مزار دیکھنا ہے۔ اسی طرح ٹورازم کے ساتھ ہوٹل انڈسٹری بھی ترقی کرے گی۔

۴۔ حلال فارماسوئیٹیکلز کمپنیز کی worth ایک سو بلین ڈالرز کی ہے۔ اس انڈسٹری میں پاکستان شامل ہونے کے اہل ہی نہیں ہے۔

۵۔ حلال کاسمیٹکس 70 بلین ڈالرز کی ہے مگر پاکستان کا اس میں کہیں وجود نہیں ہے۔

۶۔ حلال میڈیا انٹرٹینمنٹ جو 250 بلین ڈالرز کا setup بننے جارہا ہے، اس میں شاید پاکستان 12 بلین پر سٹینڈ کرتا ہے۔ مسلم ممالک جیسے ملائشیا، سعودی عرب، بحرین، کویت، متحدہ عرب امارات، انڈونیشیا، عمان، قطر، اردن حتی کہ ایران بھی جس پر نہ جانے کتنی پابندیاں لگی ہوئی ہیں، یہ تمام مسلم ممالک حلال فوڈز، مقدس مقامات اور مزارات سے متعلقہ سیاحت اور حلال انڈسٹری کی دیگر اشیاء

کے حوالے سے پاکستان کے مقابلے میں بہت آگے ہیں۔

یہ وہ اشیاء ہیں جو مسلمان استعمال کر رہے ہیں اگر ان سیکٹرز پر توجہ دی جائے اور اسے بڑھایا جائے تو ملکی خسارہ ختم ہو سکتا ہے۔

(۳) حلال انڈسٹری میں ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹیں

ایسی کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے پاکستان ان میادین (sectors) میں اپنا کردار ادا نہیں کر پارہا؟ یعنی اس 4 ٹریلین ڈالرز کی انڈسٹری میں پاکستان اپنی جگہ نہیں بنا پارہا؟ ذیل میں ان میں سے چند اہم مشکلات درج کی جارہی ہیں:

۱۔ اس کی ایک بنیادی وجہ ملک میں بے روزگاری کا ہونا اور شرح خواندگی (literacy rate) کی کمی کا ہونا ہے۔

۲۔ نئے کاروبار اور نئے خیالات کو تلاش نہ کرنا بھی ایک بہت اہم مسئلہ ہے، جس کی طرف ہم متوجہ نہیں ہوتے۔

۳۔ ہمارے ہاں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے مناسب نظام کا نہ ہونا بھی ان میادین میں آگے نہ بڑھنے کا ایک سبب ہے۔

۴۔ ہمارے پاس پیکجنگ کی بہتر سہولت میسر نہیں ہے۔

۵۔ ٹیکسیشن کی پالیسیز اچھی نہیں ہیں۔

۶۔ انرجی بہت مہنگی ہے۔

۷۔ ہمارے ہاں سیکیورٹی ایشوز ہیں جن کی وجہ سے لوگ پاکستان میں سفر کرنے کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ نیا سرمایہ کار (investor) ہمیشہ محفوظ مقام کی طرف جانا چاہتا ہے جہاں پر اس کی دولت دوگنی چوگنی ہو جائے۔ پاکستان جتنا اس بات پر دنیا کو قائل کرنے پر توانائی ضائع کرتا ہے کہ پاکستان ایک محفوظ ملک ہے، اگر اتنی انرجی سیکیورٹی کو مضبوط بنانے پر خرچ کرے تو بہتر نتائج مل سکتے ہیں۔

۸۔ گورنمنٹ بھی سرمایہ کار کو سپورٹ نہیں کرتی۔ حتیٰ کہ ان سیکٹر کو بہتر بنانے کے لیے پالیسیز بھی وضع نہیں کرتی۔

۹۔ ہمارے ہاں اسلامک فنانس میں بھی معیار کا فقدان ہے، کوالیفائیڈ سٹاف بنکس میں نہیں ہے۔ اسی طرح اسلامک فنانشل انڈسٹری کو گورنمنٹ کی تائید حاصل نہیں ہے۔

۱۰۔ حلال فیشن اور وہ حلال اشیاء جن میں ہم revenue پیدا نہیں کر رہے، ان تمام سیکٹرز سے متعلق آگہی (awareness) کا فقدان ہے۔

یہ وہ تمام امور ہیں جن کی وجہ سے پاکستان مسلم دنیا کو حلال فوڈز سمیت دیگر حلال اشیاء مہیا نہیں کر پا رہا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے سیکٹرز جنہیں ہم بڑھا (grow) سکتے ہیں اور ایسے خاص سیکٹرز جو برانڈ یعنی ایک خاص نام اور پہچان بن سکتے ہیں، ان کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ اگر پاکستانی اشیاء کا معیار اچھا ہو تو مسلم ممالک کی مارکیٹ بن سکتی ہے۔ پاکستان کا المیہ ہے کہ بعض اوقات حلال سرٹیفکیٹس کا کام بھی نان مسلم کر رہے ہوتے ہیں۔ ان امور کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم حلال انڈسٹری کے ذریعے عالمی سطح پر اپنا مقام بنا سکیں اور اس کے ذریعے آمدنی (revenue) پیدا ہو سکے۔

۲۔ معاشی ترقی میں زکوٰۃ کا کردار

موجودہ معاشی بحران اور پاکستان سے غربت کے خاتمہ کے لیے دوسرا حل ’’زکوٰۃ‘‘ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ مسلم ممالک میں اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ بذاتِ خود ایک بہت بڑا ایسا ذریعہ ثابت ہو چکی ہے جس کے درست استعمال سے معاشرے سے غربت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ صرف مذہبی مسئلہ نہیں ہے کہ چونکہ زکوٰۃ اسلام کے ستونوں میں سے تیسرا ستون ہے، اس وجہ سے ہم نے زکوٰۃ دینی ہے، نہیں بلکہ زکوٰۃ گردشِ دولت (Circulation of wealth) کے لیے ضروری ہے۔ ایسے مسلم ممالک جنہوں نے زکوٰۃ کو صرف ایک مذہبی عقیدہ تصور نہیں کیا بلکہ معیشت کا ایک tool تصور کیا ہے اور اس کا درست استعمال کیا ہے، انھوں نے اپنے ملک سے بہت حد تک غربت کا خاتمہ کر لیا ہے۔

قرآن مجید کے اندر کم و بیش تیس مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے، اس سے زکوٰۃ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کے اندر بھی مختلف مقامات پر زکوٰۃ کی اہمیت و ناگزیریت بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ فرض کرنے کا مقصد یہ بتایا گیا ہے تاکہ پیسہ چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہو جائے بلکہ گردش کرے۔ اس گردشِ دولت سے روزگار بڑھتا ہے۔ مارکیٹ میں خریدار تب آئیں گے جب ان کے پاس پیسہ ہوگا اور زکوٰۃ کی صحیح طریقہ کے مطابق تقسیم کے ذریعے مارکیٹ میں نہ صرف خریدار پیدا کیے جا سکتے ہیں بلکہ مارکیٹ میں بہت ساری پیداواری صنعتوں کی تعداد اور پیداوار میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

(۱) اسلامی دنیا میں زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے ماڈلز

پوری دنیا کے اندر زکوٰۃ جمع کرنے اور اسے تقسیم کرنے کے حوالے سے مختلف ماڈلز ہیں:

۱۔ کچھ ممالک کے اندر زکوٰۃ کا مرکزی (central) نظام ہے، اس کی مثال عرب ممالک ہیں، ان کے ہاں تمام زکوٰۃ حکومت کے پاس جاتی ہے اور حکومت اس پیسے کو مناسب طریقے سے استعمال کرتی ہے۔

۲۔ کچھ ممالک کے اندر مرکزی (central) نظام نہیں ہے بلکہ دو سطحی نظام ہے۔ اس کی مثال ملائیشیا ہے، ملائیشیا میں مرکز بھی زکوٰۃ جمع کرتا ہے اور صوبے بھی زکوٰۃ جمع کرتے ہیں اور اس کا استعمال بھی اسی طریقے سے ہوتا ہے۔ یہ زکوٰۃ جمع کرنے اور اس کا استعمال کرنے کے حوالے سے دو سطح پر decentralized ماڈل ہے۔

۳۔ انڈونیشیا کے اندر تین سطحوں کا (three stairs) ماڈل ہے یعنی مرکزی سطح پر بھی زکوٰۃ جمع کی جاتی ہے، صوبے بھی زکوٰۃ جمع کرتے ہیں اور پرائیویٹ سیکٹر بھی اس میں شامل ہے۔

(۲) پاکستان میں زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا ماڈل

پاکستان کے اندر زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے حوالے سے چھ سطحوں کا (six stairs) ماڈل چل رہا ہے۔ مرکزی سطح پر بھی زکوٰۃ جمع ہوتی ہے، صوبے بھی جمع کرتے ہیں اور ضلعی، تحصیلی اور یونین کونسل لیول پر بھی زکوٰۃ جمع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ سیکٹر بھی زکوٰۃ جمع کرتا ہے اور NGO's، فلاحی تنظیمیں اور ہسپتال زکوٰۃ اکٹھی کرکے اس کی تقسیم بھی کرتے ہیں۔

> 155 اسلامی ملکوں کی 1.9 بلین کی آبادی سالانہ 2 ٹریلین ڈالرز کا حلال فوڈ استعمال کرتی ہے

حکومت کی سطح پر جمع کی گئی زکوٰۃ کا کچھ کوٹہ سسٹم ہے۔ جیسے گزارہ الاؤنس کے نام پر غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے، کچھ نابینا افراد کے لیے مخصوص ہے، کچھ غرباء و مساکین کی شادیوں کے لیے خرچ ہوتا ہے، کچھ دینی مدارس اور ہیلتھ سیکٹر کے اوپر خرچ کیا جاتا ہے۔ جبکہ بہت سارا حصہ کرپشن کی نذر بھی ہو جاتا ہے۔

(۳) پاکستان میں رائج نظامِ زکوٰۃ کی اصلاح کی ضرورت

یہ بات ذہن نشین رہے کہ پاکستان اس وقت دنیا کے چند غریب ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے جس کی 25 فیصد آبادی (6 کروڑ) خط غربت کے نیچے رہ رہی ہے۔ یعنی ایسے حالات میں رہ رہی ہے کہ جہاں

جینا ممکن نہ ہو۔ 10 کروڑ افراد ایسی صورتحال کا سامنا کررہے ہیں جس میں زندہ تو رہا جاسکتا ہے مگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ بے روزگاری اور ملازمت کے مواقع کا نہ ہونا ہے۔ ایسے حالات میں پاکستان میں جاری معاشی بحران کا حل پاکستان میں اسلام کے دیئے گئے نظامِ زکوٰۃ سے ممکن ہے۔ مگر اس کے لیے زکوٰۃ کے جمع اور تقسیم کے نظام کی اصلاح کرنا ہوگی۔ زکوٰۃ ایک دینی فریضہ ہے جو ہر صورت ادا کرنا پڑتا ہے مگر اس کے ذریعے معاشی مسائل کا حل بھی نکالنا پڑے گا تاکہ پاکستان میں غربت وافلاس کا خاتمہ ہوسکے۔ زکوٰۃ ایک معاشی حل ہے جنہوں نے حقیقی معنی میں زکوٰۃ کو معاشی حل کے طور پر لیا ہے تو انھوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے اور جنہوں نے اسے ایک مذہبی فریضہ یا رسم سمجھا ہے تو اس کا طریقہ کار جدا ہے۔

پاکستان میں زکوٰۃ کی تقسیم کا عموماً طریقہ کار یہ ہے کہ کچھ تو حکومت خود تقسیم کرتی ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر رمضان المبارک یا دیگر مواقع پر خود اپنے ہاتھوں سے غرباء میں تقسیم کرتا ہے۔ ان دونوں طریقوں سے زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے سے غربت ختم نہیں کی جاسکتی۔ حکومت اگر دو تین ہزار روپے زکوٰۃ کی مد میں ہر ماہ غریب بندے کو دیتی رہے تو اس سے غربت ختم نہیں ہوسکتی بلکہ وہ لوگ ہر سال مانگتے ہی رہیں گے۔ پرائیویٹ سیکٹرز بھی ایسے ہی زکوٰۃ تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً: اگر کسی کے پاس زکوٰۃ کی مد میں ایک لاکھ روپیہ ہے اور وہ دو دو ہزار پچاس لوگوں میں تقسیم کردے تو وہ پچاس افراد دو ہزار سے خطِ غربت سے اوپر نہیں آسکتے کیونکہ دو ہزار سے زندگی کے حالات نہیں بدلتے بلکہ وہ اگلے سال پھر مانگنے والوں کی قطار میں کھڑے ہوں گے۔ ایسی صورت میں ہم نے زکوٰۃ کا فریضہ بھی سرانجام دیا اور غربت بھی دور نہ ہوئی۔

> صرف غذائی اشیاء کی ورتھ
>
> 1.27 ٹریلین ڈالر سالانہ ہے،
>
> 2025ء تک اس سیکٹر کی ورتھ
>
> 1.67 ٹریلین ڈالر ہو جائے گی

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کو زکوٰۃ دو تو اس کو یوں زکوٰۃ دو کہ اسے غنی کردو۔ یعنی وہ اگلے سال زکوٰۃ مانگنے والوں کی قطار میں نہ ہو۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک بار کوئی شخص زکوٰۃ مانگنے آگیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تین اونٹ عطا فرما دیئے، وہ پھر آیا تو آپ نے اور دے دیئے حتی

کہ اس ایک شخص کو دو سواونٹ عطا فرما دیئے۔ کسی نے کہا کہ امیر المومنین! یہ دو سو اونٹ تو کئی لوگوں میں تقسیم ہو سکتے تھے لیکن آپ نے ایک شخص کو عطا فرما دیئے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو اس وقت تک دیتے رہو جب تک اس کا زکوٰۃ مانگنا ختم نہ ہو جائے۔

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ اس انداز میں زکوٰۃ کو تقسیم کیا جائے گا تو پھر صحیح معنوں میں زکوٰۃ ایک economic tool کے طور پر قومی معیشت کو فائدہ دے گی۔ لیکن اگر ہم یونہی تقسیم کرتے رہے تو اس سے ہمارا باطن تو خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے 100 بندوں کو گھر کے باہر بلا کر ان میں پیسے تقسیم کیے لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ غریب آدمی ہزار یہاں سے لے گا پھر اور دس گھروں میں جا کر ہزار ہزار اکٹھا کرے گا تاکہ ماہ رمضان گزر جائے لیکن اس طرح اس کی غربت ختم نہیں ہو گی۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریقہ کار یہ تھا کہ جو سائل پہلے آجاتا تھا، اس کو اتنا غنی کر دیتے کہ پھر اسے دوسرے گھر جانے کی حاجت پیش نہ آتی تھی۔ یعنی خیرات کا عمل یوں بجالاتے کہ مانگنے والا غنی ہو جاتا اور اس کی غربت کا خاتمہ ہو جاتا۔

> اس وقت اسلامک فنانس انڈسٹری کی ورتھ 3.6 ٹریلین ڈالرز ہے، اس میں پاکستان کا مارکیٹ شیئر صرف 42 بلین ڈالرز ہے

۳۔ پاکستان میں تقسیمِ زکوٰۃ کے دو نئے ماڈلز

پاکستان سے زکوٰۃ کی رقم کے ذریعے غربت کے خاتمے کے لیے میرے پاس دو ماڈلز ہیں۔ اگر ان ماڈلز کو اپنایا جائے تو ہم اپنے معاشی بحران بالخصوص غربت کے خاتمہ میں کسی حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں:

(ا) ریاستی سطح پر جمع ہونے والی زکوٰۃ کی تقسیم کا ماڈل

پاکستان میں حکومت کم و بیش 7 ارب روپے زکوٰۃ جمع کرتی ہے۔ اگر کرپشن پر قابو کر لیا اور عوام کے اعتماد کو بحال کر کے اس کو تھوڑا سا بہتر کر لیا جائے تو 7 ارب سے دس ارب تک زکوٰۃ جمع کرنا کوئی مشکل نہیں۔ لہٰذا اگر دس ارب روپے حکومت زکوٰۃ جمع کرتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ دو دو یا تین تین ہزار کر کے مختلف مستحق افراد میں تقسیم کر دے اسے صحیح طریقے سے مائیکرو فنانس کے

ذریعے بلاسود کاروباری قرضے کی صورت میں تقسیم کیا جائے تو لوگوں کی غربت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ مائیکرو فنانس بنکس یا نان بنکنگ فنانس کمپنیز اپنے بل بوتے پر یہ کام کر رہی ہیں لیکن اگر حکومت ان بنکس اور کمپنیز کے الحاق سے جن میں 11 مائیکرو فنانس بنکس اور 25 نان بنکنگ فنانس کمپنیز ہیں، چھوٹے چھوٹے قرضہ جات دے تو حکومت لوگوں کو اپنا روزگار مہیا کر سکتی ہے۔ یہ قرضہ جات نقد رقم کی صورت میں نہیں ہوں گے بلکہ مختلف products کی صورت میں دیے جائیں گے۔

منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے المواخات مائیکرو فنانس کمپنی چھوٹی چھوٹی اشیاء کے ذریعے لوگوں کو باعزت روزگار مہیا کر رہی ہے۔ جن میں لوڈر رکشے، آٹو رکشے فوڈ ڈیلیوی کے لیے موٹر سائیکل اور لیپ ٹاپ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے منصوبے ہیں جن کے ذریعے غربت کے خاتمے کے لیے المواخات مائیکرو فنانس کمپنی اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ اگر مائیکرو فنانس اور زکوٰۃ کو اکٹھا کر دیا جائے تو اس عمل سے پاکستان سے غربت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

اس کے لیے یہ کرنا ہوگا کہ ایسی نجی کمپنیاں جو کاروباری products کا محدود سطح پر کام کر رہی ہیں، ان کے ساتھ مل کر بلاسود (intrest free) ماڈل کے اوپر دو دو، تین تین لاکھ کے قرض (بصورتِ products) پانچ سال کے لیے دیئے جائیں۔ اس طرح اگر دس بلین روپے اڑھائی لاکھ فی یونٹ کے حساب سے تقسیم کیے جائیں تو اس سے 40 ہزار لوگوں کے روزگار کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ماڈل کوئی بھی ہو سکتا ہے چاہے تو گورنمنٹ پرائیویٹ سیکٹرز کے ساتھ شراکت (partnership) کر لے یا مائیکرو فنانس اسلامی بنکس کے ساتھ معاہدہ کر لے یا اس کے علاوہ اس سے متعلقہ دوسرے اداروں کو ساتھ ملائے۔ گویا 40 ہزار لوگوں کو پانچ سال کے لیے بلاسود قرضے نقدی کی صورت میں نہیں بلکہ بصورتِ بزنس پروڈکٹس دیئے جائیں، پھر ان بزنسز کے لیے ٹریننگ بھی مہیا کی جائے تو غربت کا خاتمہ ممکن ہے۔

اس طرح ہر ماہ قرض لینے والے کو صرف 4 ہزار کی قسط دینا پڑے گی جو کہ ایک غریب آدمی پر بوجھ بھی نہیں ہوگا۔ اگلے سال اقساط کی وصولی کی مد میں دو ارب وصول ہوں گے اور اس سال زکوٰۃ کی مد میں 10 ارب جمع ہو جائے گا۔ یوں زکوٰۃ اور اقساط ملا کر 12 ارب ہو جائیں گے۔ اس سے اگلے سال 14 ارب ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ پانچ سال کے اختتام پر نہ صرف تین لاکھ افراد برسر روزگار ہو چکے ہوں گے بلکہ اربوں روپے کا smart business pool بھی بن چکا ہوگا۔

(۲) ریاستی اور پرائیویٹ سطح پر جمع ہونے والی کل زکوٰۃ کی تقسیم کا ماڈل

پاکستان کا کل GDP 346 بلین US ڈالر ہے۔ اگر موجودہ شرح کے مطابق دیکھ لیا

جائے تو تقریباً 75502 ارب روپے بنتے ہیں۔ کچھ معیشت دانوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ سال میں گورنمنٹ اور پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے کم و بیش 19 سو ارب روپے زکوٰۃ تقسیم ہوتی ہے۔ میں نے جو دوسرا ماڈل ترتیب دیا ہے وہ 15 سو بلین پر مشتمل ہے۔ اگر حکومت کے پاس مائیکرو فنانس کرنے کے لیے سالانہ 1500 ارب روپے ہوں اور اگر اڑھائی لاکھ روپے تک مائیکرو فنانس قرض کا ماڈل ہو تو 1500 ارب سے 6 لاکھ چالیس ہزار افراد برسر روزگار ہوتے ہیں۔ اس میں بھی 4 ہزار روپے کی ایک قسط بنتی ہے۔ اگلے سال اقساط کی صورت میں ملنے والی رقم اور اس سال کی زکوٰۃ 1500 ارب روپے سے پھر دوبارہ اسی طرح مائیکرو فنانس قرض کی صورت میں اجراء سے نہ صرف غربت کا خاتمہ بلکہ روزگار کے مواقع بھی ملک میں پیدا ہوں گے۔ اس طرح یہ سلسلہ 5 سال جاری رہے گا اور پانچ سال کے اختتام پر اس ماڈل کے تحت 4 کروڑ چالیس لاکھ افراد برسر روزگار ہو چکے ہوں گے۔ اگر اس قرض کی کوئی بھی قسط واپس نہیں بھی آتی تو یہ چونکہ پہلے ہی زکوٰۃ کا پیسہ تھا لہذا اس کو dead amount تصور کر لیا جائے گا۔ اگر اقساط مکمل اور صحیح طرح واپس آ رہی ہیں تو زکوٰۃ کی رقم کا دائرہ بڑھتا چلا جائے گا۔

> **حلال کاسمیٹکس کی مارکیٹ 70 بلین ڈالرز کی ہے اس میں پاکستان کا کوئی وجود نہیں**

میں نے زکوٰۃ کی تقسیم پر ”زکوٰۃ اور مائیکرو فنانس“ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں غربت کے خاتمے کے لیے اور بھی بہت سے ماڈلز ڈسکس کیے گئے ہیں۔ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے اس ماڈل پر App بھی بنائی گئی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اور وصول کرنے والا دونوں ایک دوسرے کو آن لائن جان سکتے ہیں کہ میرا پیسہ کس طرح اور کس بزنس میں جا کر لگا ہے۔

میں نے یہ ماڈل ایک کانفرنس میں بیان کیا جہاں حکومتی نمائندے بھی موجود تھے لیکن وہ کسی وجہ سے اس میں دلچسپی ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ بعد ازاں گورنمنٹ آف عمان کے لوگوں نے اس میں دلچسپی لی اور انھوں نے ہم سے اس کی تفصیلات مانگیں، جو ہم نے انھیں فراہم کر دیں۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اگر زکوٰۃ کو صحیح tool کے طور پر اختیار کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پاکستان سے غربت کا خاتمہ نہ ہو سکے۔

مذکورہ دونوں ماڈلز کی روشنی میں اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو ہم حکومت کا انتظار کریں کہ وہ کوئی پالیسی بنائے اور ہم اس کو مان لیں اور عمل کر لیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حکومت کے تعاون اور اقدامات کا انتظار نہ کریں بلکہ خود ہاتھوں سے ہاتھ ملا کر متعلقہ لوگ اس سمت میں قدم اٹھاتے چلے جائیں۔ اس ماڈل کا کاروباری حضرات اپنے اپنے چیمبرز سے آغاز کر سکتے ہیں اور اس ماڈل کو کامیاب کر کے حکومتِ پاکستان کے سامنے رکھ سکتے ہیں کہ ہم نے اس ماڈل کے ذریعے اتنے سالوں میں اتنی بے روزگاری کا خاتمہ کر دیا ہے تاکہ حکومتی سطح پر بھی وہ لوگ اس کو نافذ کرنے کے بارے میں سوچیں۔ اس ضمن میں معاشرے کو اس بات کی آگہی دینا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کیسے دینی ہے؟ اگر تو وہی دو دو ہزار کے طریقے سے زکوٰۃ دینی ہے تو اس سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا، سوائے اس کے کہ وقتی طور پر راشن آجاتا ہے اور رمضان المبارک اچھا گزر جاتا ہے غربت ختم نہیں ہوتی۔

ممکن ہے علمائے کرام زکوٰۃ کے حوالے سے فقہی پابندی اور تقاضے کا سوال کریں کہ جن کو قرض دے رہے ہیں، اسے رب المال بنا رہے ہیں تو اس پر زکوٰۃ کا اطلاق کیسے ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ماڈل بھی ہے جو اس پر دلیل ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم قرض استعمال کرنے والے کو رب المال بنا رہے ہیں بلکہ اس زکوٰۃ کو جمع کرنے والے محکمے کو رب المال بنادیں۔ یعنی جب پیسہ جمع ہو تو وہ محکمہ رب المال ہے جو اس مد میں آنے والا پیسہ غربت کے خاتمے کے علاوہ کسی اور مد میں خرچ نہیں کرے گا۔ رقم recycle ہو کر واپس غریبوں کی بے روزگاری کے خاتمے کے لیے ہی خرچ ہوگی۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بیت المال کا تصور تھا اور بیت المال کے سوا کوئی سنٹرل بنک نہیں تھا۔ اس وقت کی اسلامی ریاست کے پاس زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں تھا، صرف زکوٰۃ ہی ریاست کی آمدن کا بنیادی ذریعہ تھی۔ اسی زکوٰۃ کے پیسے سے عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے بنتے، لوگوں کی غربت بھی دور ہوتی تھی اور وظائف بھی دیے جاتے تھے۔ لہٰذا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ماڈل کے علاوہ اور کوئی ماڈل نہیں جو ہمارے لیے قابلِ تقلید ہو۔

زکوٰۃ کے اس ماڈل کو اپنا کر ہم نہ صرف معاشی بحران سے نکل سکتے ہیں بلکہ بہت قلیل عرصہ میں لاکھوں افراد کو خطِ غربت سے نکال کر باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنا سکتے ہیں۔ ضرورت صرف نیت، خلوص، ارادہ اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کے نقطہ نظر کو اپنانے کی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے کامیابی سے سرفراز فرمائے گا۔

اسلام کی حکمت کی باتیں اور نصیحتیں

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

گزشتہ سے پیوستہ

حکمت اور نصیحت، دانائی اور دانشمندی کی ایسی بات کو کہتے ہیں جو خیر اور بھلائی کے ارادے سے کی جائے اور جس کے ذریعے لوگوں کو فلاح کی طرف بلایا جائے۔ اسلام اسی قولِ خیر کا حکم دیتا ہے اور اسی راہ ہدایت کی طرف ہمیں بلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

"(اے رسولِ معظّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے۔" (النحل: ۱۲۵)

اس مضمون کے گزشتہ حصہ (شائع شدہ نومبر 2023ء) میں ہم علم و حکمت کی اہمیت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اقوالِ حکمت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ذیل میں ائمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام اور سلف صالحین رحمھم اللہ کے کچھ ایسے اقوال درج کیے جا رہے ہیں جو سراسر حکمت اور نصیحت پر مشتمل ہیں۔ ان اقوال پر عمل کرنا یقینی طور پر انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی اور اللہ کی بارگاہ میں سرخروئی عطا کرتا ہے۔

ا۔ امام زین العابدین علیہ السلام

(ا) لوگ تین طرح کی عبادات کرتے ہیں: ایک عبادت خوف کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ یہ

عبادت غلاموں کی سی ہے۔ دوسری عبادت کسی غرض سے کی جاتی ہے۔ یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ ایک عبادت شکر کے ساتھ کی جاتی ہے۔ یہ عبادت حقیقتاً اللہ کی عبادت ہے۔

(۲) گناہ سے خوشی حاصل نہ کرو اس لیے کہ گناہ سے خوش ہونا گناہ سے بڑھ کر گناہ ہے۔

(۳) نیک بخت وہ ہے جس کا غصہ اُسے حق سے باہر نہ کرے۔

(۴) کم عمر شخص کے گناہ اپنے گناہوں سے کم جان کر اُس کی عزت کرو۔

(۵) جو بُری جگہ جاتا ہے وہ اپنے اوپر الزام لگوالیتا ہے۔

(۶) شکایت کا ترک کرنا بھی صبر ہے۔

۲۔ سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

(۱) تین باتوں میں دنیا اور آخرت کا کمال پوشیدہ ہے: جو تم پر ظلم و زیادتی کرے اُسے معاف کر دو۔ جو تم سے قطع تعلق کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ جو تم سے جہالت کا برتاؤ کرے تم اس کے ساتھ عالمانہ برتاؤ کرو۔

(۲) دین میں جو شخص سستی کرتا ہے، وہ حق ادا نہیں کر پاتا اور جو کم حوصلہ ہوتا ہے وہ حق پر صبر نہیں کر پاتا۔

(۳) فروتنی و عاجزی یہ ہے کہ انسان مجلس میں اپنی مخصوص جگہ سے کم تر مقام پر بیٹھے اور جس سے بھی ملاقات کرے سلام میں پہل کرے۔

(۴) جنت ناگواریوں اور صبر میں گھری ہوئی ہے اس بنا پر جو شخص دنیا کی ناگوار چیزوں پر مسرت کا اظہار کرے گا، وہی جنت کا مستحق ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اس کے برعکس دوزخ شہوتوں اور لذتوں سے گھری ہوئی ہے۔

۳۔ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

(۱) انسان اگر چھپ کر گناہ کرے تو صرف اکیلے خود ہی کو نقصان پہنچاتا ہے، اگر اعلانیہ گناہ کرے اور اُس کو اس سے نہ روکا جائے تو پھر سارے معاشرے کو نقصان پہنچائے گا۔

(۲) تغیر اس کائنات کی اساس ہے۔ پانی کہیں سحاب بنتا ہے اور کہیں موتی بنتا ہے اور کہیں آنسو بنتا ہے۔

(۳) بُرے لوگ سخت پتھر کی مانند ہیں جس سے پانی نہیں نکلتا اور برے لوگ اُس درخت کی مانند ہیں جس کے پتے سبز نہیں ہوتے اور بُرے لوگ اُس زمین کی طرح ہیں جس سے نباتات اور پودے نہیں اُگتے۔

(۴) جب وقتِ مصیبت آئے تو پھر آرام تلاش نہ کرو۔ اس لیے کہ مصیبت میں آرام تلاش کرنا خود ایک مصیبت میں مبتلا ہونا ہے۔

(۵) جاہل کی عادت یہ ہے کہ وہ سننے سے پہلے جواب دینے لگتا ہے اور سمجھنے سے پہلے جھگڑنے لگتا ہے اور جس چیز کے بارے میں نہیں جانتا اُس کے بارے میں حکم لگانے لگتا ہے۔

(۶) دل کی آنکھ عبادت سے کھلتی ہے، اس کی رسائی لامکاں تک ہوتی ہے اور اس سے کائنات کا کوئی راز پوشیدہ نہیں رہتا۔

(۷) دنیادار خود غرضیوں اور خود فریبیوں کے درمیان الجھے رہتے ہیں اور آپس میں محبت والفت کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے اُن کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوتے ہیں۔

(۸) بہترین جہاد یہ ہے کہ تم انتقام کی قدرت و طاقت رکھتے ہوئے غصے کو پی جاؤ اور اُس کا بدلہ اور انتقام نہ لو۔

۴۔ سیدنا امام علی رضا علیہ السلام

(۱) خود پسندی کے کئی درجے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو اپنے بُرے اعمال بھی اچھے لگیں اور اپنے بُرے عمل پر وہ بہت زیادہ خوش ہو اور یہ گمان کرے کہ اس نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

(۲) دوستوں کو انکساری کے ساتھ ملو اور دشمنوں کو ہوشیاری کے ساتھ ملو اور عام لوگوں کے ساتھ کشادہ روی کے ساتھ ملو۔

(۳) ایمان فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کا نام ہے۔ ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل سے پہچاننے اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔

۵۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱) علم کا اخلاص یہ ہے کہ وہ عمل کے ساتھ مطابقت پیدا کرے۔

(۲) گناہ گار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصیبت آنے پر شکوہ و شکایت کرے۔

(۳) اگر کسی میں کثرت کے ساتھ برائیاں دیکھو اور اس میں اچھائیاں قلیل ہوں تو اسکی اچھائیوں کو نظر میں رکھو۔

(۴) جس عہدہ اور منصب کی تم میں قابلیت نہ ہو، اُسے ہر گز قبول نہ کرو۔

(۵) شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص و محبت سے پیش آؤ کہ کوئی دیکھے تو یہ کہے کہ وہ تمہاری اولاد ہیں۔

(۶) رذیل اور گھٹیا لوگوں سے دوستی نہ کرو۔ بے غرض ہو جاؤ گے تو امیر بن جاؤ گے۔

۶۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

(۱) لوگوں کے پاس اپنی ضرورتیں کم لے کر جاؤ کیونکہ اس میں ذلت اور رسوائی ہے۔

(۲) پست خیال، آوارہ مزاج اور فحش لوگوں سے دور رہو۔ (۳) ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کرو اور بردباری سے کام لو۔

(۴) اگر اللہ کی اطاعت میں لوگوں کی نافرمانی ہو جائے تو کوئی بات نہیں مگر لوگوں کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی ہرگز نہ ہونے دو۔

(۵) جس شخص نے تجھے رازدار بنایا ہے اس کا راز ہرگز افشا نہ کرو۔

(۶) علم زیادہ معلومات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک نور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

(۷) اچھی رائے دو، اچھی گفتگو کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔

(۸) عالم کا کام غور و فکر کر کے کسی چیز کو قبول کرنا ہے جبکہ جاہل کا کام کسی سنی سنائی بات کو آگے روایت کر دینا ہے۔

۷۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) علم کا پھول حقدار پر کھلتا جائے گا، اس کی خوشبو بڑھتی جائے گی۔

(۲) جب کام زیادہ ہو تو سب سے پہلے اہم کام کو ترجیح دو۔

(۳) عزت کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا بہتر ہے، بہ نسبت اس زیادہ کے جس کے ساتھ ذلت اُٹھانا پڑے۔

(۴) جو شخص تکبر اور انانیت کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہے، وہ کبھی فلاح نہیں پا سکے گا اور جو شخص عاجزی و انکساری کے ساتھ علم حاصل کرے گا، وہی فوز و فلاح پائے گا۔

(۵) مخلوق میں ہماری سب سے زیادہ ہمدردی کے قابل وہ لوگ ہیں جو تنگ دستی کے باوجود عزم و ہمت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۶) دوستی اور رضامندی کی آنکھ سے کوئی عیب اور نقص دکھائی نہیں دیتا جبکہ ناراضگی و دشمنی کی آنکھ سے صرف برائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں۔

(۷) تمہاری زبان تمہارے دل کی کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے، جیسی فصل دل میں بوؤ گے ویسی ہی کاٹو گے۔

(۸) تواضع بلند کردار لوگوں کی صفت ہے جبکہ تکبر بد خلق لوگوں کی علامت ہے۔

(۹) اہل علم دانش اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہیں جبکہ دوستوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

(۱۰) بہت بُرا اور ظالم شخص وہ ہے کہ جب اُسے بلند مرتبہ حاصل ہو تو وہ اپنے اقارب اور رشتے داروں پر سختی کرے اور ان کے احسانات کا انکار کرے۔

(۱۱) میں جب اپنی بات کو صحیح سمجھتا ہوں تو اس میں غلطی کا امکان بھی تسلیم کرتا ہوں، اسی طرح میں دوسروں کی بات کو جب غلط سمجھتا ہوں تو اس میں صحت کا امکان بھی تسلیم کرتا ہو۔

(۱۲) سب کو خوش رکھنا بہت مشکل کام ہے، اس لیے صرف اللہ تعالیٰ سے ہی اپنا معاملہ رکھو اور کسی کی خوشی ناخوشی کی پرواہ بھی نہ کرو۔

(۱۳) جاہل کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ عالم ہے، اس لیے وہ کسی کی بھی بات نہیں مانتا ہے۔

(۱۴) جس طرح بصارت کی ایک حد ہوتی ہے اسی طرح عقل سے حاصل ہونے والی بصیرت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

(۱۵) زمانے نے مجھے جس قدر علم و حکمت سکھایا ہے اور جتنا تجربہ سکھایا ہے اور جس قدر میرے علم میں اضافہ کیا ہے، اسی قدر میرے علم و تجربے میں اضافہ ہوتا گیا اور میرے عقل کے نقائص اور میری جہل کے عیوب مجھ پر منکشف ہوتے چلے گئے۔

(۱۶) ایک عالم کا سب سے بُرا عیب یہ ہے کہ اس چیز میں دلچسپی لے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے منع کیا ہے اور اس چیز سے بیزاری کا اظہار کرے جس کے کرنے کا اللہ رب العزت نے اُسے حکم دیا ہے۔

(۱۷) فضل اور عقل والوں میں قرابت کی نسبت علم کی وجہ سے ہے۔

۸۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

(۱) قرآن ایک ایسا دریچہ ہے جس کے ذریعے ہم اگلی دنیا کا نظارہ کر سکتے ہیں۔

(۲) خواہ مخواہ کی دشمنی سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۳) نظر اُس وقت تک پاک رہتی ہے جب تک جھکی رہے۔

(۴) اخلاص، اعمال کو خرابیوں سے نجات دے دیتا ہے۔

۹۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) محنت شاقہ کے بغیر اسرارِ الٰہیہ حاصل نہیں ہوتے ہیں۔ سعادت اور راحت کی منزل کو بغیر تکلیف و مصیبت کے نہیں پا سکتے۔

(۲) خوشی و مسرت، رنج والم کے ازالے کا نام ہے۔

(۳) انسانی اوصاف میں اعلیٰ ترین صفت انسان کا علم سے مزین ہونا ہے اور انسانی رذائل میں سے بد ترین وصف جہالت سے وابستہ ہونا ہے۔

(۴) قرآنی اسرار و معارف الفاظ قرآنی میں ہی چھپے ہوتے ہیں۔ جو شخص قرآن و حکیم کے اسرار و رموز کو پانے سے غافل رہے، وہ قرآن حکیم کو سمجھنے میں ناکام رہا ہے۔

۱۰۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) اپنے آپ کو سب سے زیادہ بہتر اور قابل سمجھ لینا جہالت ہے۔ ہر آدمی کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے۔

(۲) جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ کی بنائی ہوئی معصوم فطرت متاثر ہونے لگتی ہے اور آدمی کے مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے اُس کی فطرت بدل جاتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ گناہ سے محبت کرنے لگتا ہے لیکن جب کوئی شخص توبہ کے ارادے سے گناہوں سے بچنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو پھر نفس کی ترغیبوں اور اشتعال انگیزیوں کے باوجود اپنے دامن کو گناہوں سے بچانے کی سعی شروع کردیتا ہے یوں اس کے دل کے آئینے سے گناہ دور ہونے لگتے ہیں۔

(۳) حاسد کی مثال اُس شخص جیسی ہے جو اپنے دشمن کو مارنے کے لیے پتھر پھینکے اور وہ پتھر دشمن کو لگنے کے بجائے کسی چیز سے ٹکرا کر اُس کی اپنی ہی دائیں آنکھ پر آلگے اور آنکھ پھوٹ جائے۔ اس سے حاسد کو اور زیادہ غصہ آئے اور پھر وہ ہاتھ اُٹھائے اور پوری قوت سے اپنے محسود کو دوبارہ پتھر مارے، وہ پتھر پھر پہلے کی طرح اُس کی دوسری آنکھ کو پھوڑ دے۔ اس طرح حاسد دشمن کی طرف مسلسل پتھر پھینک پھینک کر خود ہی کو مجروح کرتا ہے۔

(۴) میں علم کے اس درجے پر اس لیے پہنچا ہوں کہ میں نے علم کا سوال کرنے میں کبھی کوئی عار اور شرمندگی محسوس نہیں کی۔

(۵) مخلوق کے ساتھ اس طرح معاملہ کرو جیسے اپنے حق میں پسند کرتے ہو۔

(۶) نماز میں حضور قلب کی تدبیر یہ ہے جو کچھ بھی تلاوت کرو، اُس کا معنی و مفہوم کو سمجھو اور اُن معانی و مطالب میں اپنے خیال کو جمائے رکھو۔

(۷) کھانا ہمیشہ بھوک سے کم کھاؤ تاکہ قوتِ عبادت بھی میسر آئے اور محنت بھی لگے۔ زیادہ کھانے سے نفس کی خواہش پوری ہو گی، عبادت میں غفلت آئے گی اور صحت میں خرابی آئے گی۔

(۸) تکلیف کو محسوس کرنا محبت کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

(۹) مجلس میں بیٹھ کر قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کی مزاج پرسی کرو۔

(۱۰) حوادثِ زمانہ کو بُرا نہ کہا کرو اور زمانے کو بُرا کہنا خُدا کو گالی دینا ہے۔

(۱۱) اے انسان! اگر تجھے کوئی طبیب کبھی یہ کہہ دے کہ فلاں غذا تیرے لیے مضر ہے تو تو اسے فوراً چھوڑ دیتا ہے، اگر کوئی بچہ تجھے یہ خبر دے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو تو فوراً اُن کپڑوں کو اُتار پھینکتا ہے لیکن اگر رسول اللہ ﷺ تمھیں یہ خبر دیں کہ تمہارا فلاں عمل تم کو آگ میں لے جانے والا ہے تو تم اس پر ہزار دلیل مانگتے ہو، تمہارا یہ انداز عجب ہے۔

(۱۲) اپنی آنکھوں کی حفاظت کیا کرو اس لیے کہ ہر کام کی ابتداء آنکھ سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(۱) جب تک تمہارا اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے خود کو اہلِ علم شمار نہ کرو۔ جو اللہ کی معرفت پا لیتا ہے وہ مخلوق خدا کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے۔

(۲) کوئی نعمتِ دنیاوی مجھے ایسے اپنا پابند نہ بنائے کہ وہ منعم سے ہی مجھے غافل کر دے۔

(۳) جو شخص اپنے نفس کا معلم نہیں ہو سکتا، وہ دوسرے لوگوں کا معلم کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) عمل کرنے والے کو عمل میں اخلاص پیدا کرنا چاہیے ورنہ اس کا عمل فضول ہو جائے گا۔

(۵) دوسروں سے بد ظن نہ رہو، اپنے نفس پر بد ظن رہو اور دوسروں کے بارے میں نیک گمان رہو۔

(۶) تمہارے دل کی بات تمہارا کلام بتانے والا ہے۔ عاقل پہلے اپنے دل سے پوچھتا ہے پھر زبان کو کھولتا ہے۔

(۷) ایذا اسے ہی پہنچتی ہے جس میں کوئی خوبی ہوتی ہے اور جس میں کوئی خوبی نہیں ہوتی، اُسے کوئی ایذا بھی نہیں پہنچتی ہے۔

(۸) دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور خود دنیا اہل اللہ کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔

(۹) تم نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہو اور وہ نفس تمہیں برباد کرنے میں مشغول ہے۔

(۱۰)　ظلم دل کو تاریک بنا دیتا ہے اور چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے، اس لیے نہ خود ظلم کر اور نہ کرنے والے کا مددگار بن۔

(۱۱) صبر ایک پہلوان ہے جو سب آفات و بلیات کو پچھاڑ دیتا ہے۔

(۱۲)　اے بندے تو اللہ کی مخلوق سے غم خواری کر، اللہ تیری غم خواری کرے گا۔

(۱۳)　حقیقی تصوف شریعت کی پابندی اور مطابقت کا نام ہے، اس لیے شریعت کی پابندی کے بغیر کسی قسم کی کوئی روحانی ترقی نہیں ہوتی ہے۔

(۱۴)　مرید اپنی طلب کی بنا پر تکلیف میں ہوتا ہے۔

(۱۵)　فقر، صبر اور سلامتی کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔

۱۲۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(۱)　علم کی عظمت انسان کے حِلم سے معلوم ہوتی ہے اور حلم کی رفعت انسان کے علم سے پتہ چلتی ہے۔

(۲)　عقلمند بولنے سے پہلے سوچتا ہے اور بیوقوف بولنے کے بعد سوچتا ہے۔

(۳)　دنیا کو اپنی سواری جانو، اگر تم اس پر سوار ہو تو تم اسے اپنی منزل پر لے جاؤ گے اور اگر تم نے اسے خود پر سوار کیا تو یہ تمہارے لیے ذلت اور ہلاکت ہے۔

(۴) انسان کو بھیڑوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔ بھیڑ جب اپنے چرواہے کی آواز سنتی ہے تو چرنا چھوڑ دیتی ہے اور چرواہا جس جانب اشارہ کرتا ہے، اُسی جانب وہ چل پڑتی ہے جبکہ انسان اپنے رب کی آواز نہیں سنتا ہے بلکہ اپنے نفس کی آواز سنتا ہے اور جس طرف نفس کہتا ہے، اُس طرف چل پڑتا ہے اور رب کے حکم کو نہیں مانتا ہے۔

۱۳۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

(۱)　جو وقت گزر گیا اس پر مت پچھتاؤ اور جو وقت آنے والا ہے اس کا اندیشہ نہ کرو اور جو وقت موجود ہے اس کی قدر اور حفاظت کرو۔

(۲)　جسم کی صحت تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی صحت تھوڑا گناہ کرنے میں ہے۔

(۳)　اللہ کو تلاش کرنا ہے تو اسے شکستہ دلوں میں تلاش کرو۔

(۴)　صدق سیف اللہ ہے۔ یہ تلوار جس پر پڑی ہے اس کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

(۵)　اخلاص یہ ہے کہ مشکل میں بھی صبر کرتے ہوئے زبان پر شکوہ نہ آنے دیا جائے۔

(۶) دل کے روحانی طور پر بیمار ہونے کی چار علامات ہیں: اس دل میں اطاعت کی حلاوت ہی محسوس نہ ہو۔ دل میں خوفِ خُدا باقی نہ رہے۔ دنیا کے واقعات کو عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ جو علم سنے یا سیکھے اُس پر عمل نہ کرے۔

(۷) عام توبہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچا جائے اور خاص توبہ یہ ہے کہ غفلت سے بچا جائے۔

(۸) یقین کی تین علامتیں ہیں: کسی چیز کے حرام ہونے پر اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھنا، ہر کام میں اُسی کی طرف رجوع کرنا اور ہر حال میں رب ہی سے مدد مانگنا۔

۱۴۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) میں نے قرآن کو دائیں ہاتھ میں لیا ہے اور سنت رسول ﷺ کو بائیں ہاتھ میں لیا ہے۔ ان دونوں کی روشنی میں انسان نہ شبہات کے غار میں پڑتا ہے اور نہ ہی ہلاکت کی تاریکی میں ڈوبتا ہے۔

(۲) میں نے دو سو بزرگوں کی خدمت کی ہے اور ان میں سے صرف سات ہی پیروی کے قابل تھے۔

(۳) ایک شخص نے مسجد میں سوال کیا تو میں نے دل میں خیال کیا یہ تو تندرست و توانا آدمی ہے، یہ خود کام کیوں نہیں کرتا اور یہ مانگنے کی ذلت کیوں برداشت کرتا ہے؟ رات کو اس کے بارے میں سوچا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ میرا اب سوچنا تو دلی غیبت ہے، اگر اس کا اظہار اس سائل کے سامنے کر دیتا تو یہ اُس کے لیے نصیحت ہو جاتی۔

خلاصۂ کلام

ہماری حیات کے اثاثوں میں سے مال بھی ہے، جائیداد بھی ہے، عہدہ و منصب بھی ہے مگر ہمارا سب سے بڑا اثاثہ فکر و سوچ اور حکمت و نصیحت کی باتیں ہیں، اسی پر ہماری زندگی کے افعال کی بنیاد اور ہمارے کردار کی عمارت کھڑی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک مسلمان ساری زندگی طالبِ علم، طالبِ خیر اور طالبِ حکمت ہی رہتا ہے۔ اس لیے ہمیں زندگی میں حکمت اور نصیحت کی بات کو بہر صورت قبول کرنا اور اس پر عمل کو یقینی بنانا ہے۔ نصیحت اور حکمت کی بات ہمیں اپنے من میں ڈوب کر رازِ حیات کو پانے کا سلیقہ دیتی ہے۔ اسی طرف دعوت دیتے ہوئے علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

خیالات کا ارتکاز اور یکسوئی

شبیر حسین دیو

کینیڈا کی Queens university کے پروفیسر Dr. Poppenk and Julie Tseng نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ انسانی دماغ سے ہر روز اوسطاً 6200 خیالات ابھرتے ہیں۔ انسانی زندگی کا سارا دارومدار ہی ان خیالات کی نوعیت پر ہوتا ہے اور دنیاوی اور روحانی کامیابی دراصل انہی خیالات کے مرہون منت ہوتی ہے۔ لوگوں کی اکثریت کے دماغ میں غیر مرتکز (random) خیالات جنم لیتے ہیں۔ جس بناء پر دنیاوی و روحانی زندگی میں کامرانی ان کا مقدر نہیں بنتی ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ جنھوں نے اپنے ذہن سے ابھرنے والے ان خیالات کو کنڑول کرلیا، وہی دینی و روحانی زندگی میں کامیابی کے زینے طے کرتے ہوئے اولیاء کے لقب کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ فقط شکل و صورت، جبہ و قبہ اور وضع قطع ولایت کا معیار نہیں بلکہ ولایت کا براہ راست تعلق انسانی ذہن سے روزانہ پیدا ہونے والے ان 6200 خیالات سے ہے۔ انسانوں کے ساتھ حسنِ معاملات میں منفی خیالات کا قلع قمع کرنے، مثبت خیالات کی افزائش کرنے اور دنیا کی نسبت اپنے رب کے بارے خیالات کو مرتکز اور یکسو کرنے سے بندہ ولی بنتا ہے۔

اگر بندہ پانچوں نمازوں کے دوران ایک فیصد بھی دھیان دنیا کی طرف نہ جانے دے اور 100 فیصد دھیان اپنے رب کی طرف رکھے تو بھی صرف 10 فیصد خیالات کا بہاؤ رب کی طرف ہوتا ہے۔

جبکہ اولیاء وہ ہوتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (النور، ۲۴: ۳۷)

یعنی اللہ کے ولی تجارت، خرید و فروخت اور روز مرہ کے کام کاج کے دوران بھی اپنا دھیان اپنے رب کی طرف لگائے رکھتے ہیں۔ گویا ہر حال میں خیالات کے بہاؤ کا رخ اپنے رب کی طرف کیے رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے مرد قرار دیا ہے۔

انسانی شخصیت میں مثبت و منفی رجحانات اور اخلاقیات و عادات کا پروان چڑھنا انہی خیالات کے مرہون منت ہوتا ہے۔ کسی ایک طریق پر خیالات کے کچھ عرصہ تک بہاؤ سے وہ طریق ایک software بن کر لاشعور میں انسٹال ہو جاتا ہے اور یہ software ایک عادت یا وصف کا ڈرائیور بن جاتا ہے۔ حسد، لالچ، غصہ، ہوس، تکبر، بدگمانی اور مایوسی سب وہ عادتیں ہیں جو ان ہی خیالات کے منفی بہاؤ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے سب سے تباہ کن عادت مایوسی ہے۔ مسلسل مایوسی کی کیفیت میں رہنے کی وجہ سے خون کے خلیوں (blood cells) کی کیمیائی ترکیب (chemical composition) تبدیل ہو جاتی ہے۔

خیالات دراصل electric signals ہوتے ہیں۔ ہر خیال 0.02kcal انرجی خرچ کرتا ہے۔ ان electric signals کو اگر ایک سمت مل جائے تو زندگی میں بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیے جا سکتے ہیں۔ اگر خیالات منتشر (random) رہیں تو یہ electric signals ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک copper wire میں فری الیکٹرانز ہر وقت بے ترتیب حرکت کرتے رہتے ہیں اور ان کی یہ حرکت بے سود رہتی ہے لیکن جیسے ہی سوئچ آن کیا جاتا ہے تو یہ ایک سمت میں بہنا شروع کر دیتے ہیں جس سے بہت زیادہ انرجی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح جب ذہنِ انسانی کے 6200 خیالات میں سے ایک بڑا حصہ ایک سمت اختیار کر لیتا ہے تو خیالات کے اس یک طرفہ بہاؤ سے اتنی انرجی پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنے اوپر کنٹرول کھو دیتا ہے۔ عشقِ حقیقی کی صورت میں ایسے لوگوں کی رغبت خلوت اور گوشہ نشینی کی طرف ہو جاتی ہے اور عشق مجازی میں مبتلا لوگ طرح طرح کے نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک صوفی یا ولی زندگی بھر اپنے دماغ سے اٹھنے والے ان 6200 خیالات کی سمت درست کرنے پر شعوری محنت کرتا ہے۔ وہ مراقبہ کرتا ہے، ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اور زندگی کا کچھ حصہ سفر و ہجرت میں بھی گزارتا ہے تاکہ کسی ایک جگہ مسلسل رہنے سے خیالات ایک معمول کے تابع نہ ہو جائیں اور فانی دنیا کہیں لافانی نہ لگنا شروع ہو جائے۔ لہٰذا ایک ولی ریاضت و مجاہدہ کا طویل سفر طے کر کے غصہ کو محبت میں۔۔۔ لالچ و ہوس کو بے نیازی میں۔۔۔ حسد کو رشک میں۔۔۔ مایوسی

کو امید میں۔۔۔ نفرت کو الفت میں۔۔۔ اور تکبر کو عاجزی میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ گویا وہ خیالات پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے اور زندگی بھر منفی خیالات کی بیخ کنی کے ساتھ مثبت خیالات کی آبیاری کی تگ و دو میں رہتا ہے۔

دنیا سے کچھ عرصہ الگ تھلگ ہو کر اپنے خیالات کے بہاؤ کی سمت کو درست کرنا انبیاءؑ کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ بکریاں چراتے اور اپنے رب کے بارے غور وفکر کرتے۔۔۔ حضرت یحیٰؑ غاروں میں جاکر اپنے رب کے بارے سوچتے اور عشقِ الٰہی میں گریہ و زاری کرتے۔۔۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر جاتے۔۔۔ اسی طرح کریم آقاؑ غار حرا میں جایا کرتے تھے۔ گویا انبیاءؑ اپنے خیالات و تصورات کو اللہ رب العزت کی بارگاہ کی طرف مزید یکسو کرنے کے لیے اس طرح کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنانے کے بعد اپنے اور بندے کے درمیان تعلق کا ذریعہ یا دروازہ بھی ان ہی خیالات کو بنایا ہے۔ ایک شخص جو کبھی اس دروازے سے گزرا ہی نہیں، اس کا اپنے رب سے کیا تعلق ہوسکتا ہے اور ایک ایسا شخص جو ہر لحظہ اپنے رب سے ملاقات کی حالت میں رہتا ہے، اسی حقیقت کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

”تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ جان لے کہ یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“ (صحیح بخاری، ۱: ۲۷، الرقم: ۵۰)

گویا یہ شخص اپنے رب کے ساتھ ایک مضبوط تعلق کا حامل ہوجاتا ہے اور وفات کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد تو تعلق زیادہ لطیف (transparent) ہوجاتا ہے۔ زندگی بھر کے تزکیہ و تصفیہ کے بعد ”روح“ کا تعلق اپنی اصل کے ساتھ بحال ہوجاتا ہے اور یہ ارواح فیض کا منبع بن جاتی ہیں۔

وہ شخص جو ظاہری علم اور ترقی کے حوالے سے خواہ جتنی بھی معراج پر ہے مگر ابھی 6200 خیالات کا صرف ایک فیصد حصہ بھی دنیاداری سے نکال کر اپنے رب کی طرف مرتکز نہیں کرسکا۔۔۔ جو ابھی تک اپنی نماز میں بھی دنیاوی معاملات کے تانے بانے بُن رہا ہوتا ہے، کیا وہ اللہ کے اس ولی کی کیفیات اور احوالِ قلبی کو جان سکتا ہے جس نے زندگی بھر ریاضت و مجاہدہ کرکے اپنی زندگی کو ”جودم غافل سودم کافر“ کا مصداق بنا لیا ہوتا ہے۔

”الدورة العلمية عن الموسوعة القادرية فی العلوم الحديثية“

علمی نشست سے شیخ الاسلام کی خصوصی گفتگو

گزشتہ ماہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور نظام المدارس پاکستان کے زیر اہتمام ”اَلدَّوْرَةُ الْعِلْمِيَّةِ عَنِ الْمَوْسُوعَةِ الْقَادِرِيَّةِ فِي الْعُلُومِ الْحَدِيثِيَّةِ“ کے عنوان سے ایک اہم علمی نشست مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن انٹرنیشنل میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے خصوصی خطاب فرمایا۔ تقریب میں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشن پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، جملہ مرکزی قائدین اور ملک بھر سے علماء، مشائخ اور طلبہ نے خصوصی شرکت کی۔ یہ تقریب پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں آن لائن براہ راست نشر کی گئی۔

☆ پرنسپل کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سٹڈیز محترم ڈاکٹر ممتاز الحسن باروی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے پروگرام کی غرض و غایت بیان کی۔ محترم ڈاکٹر علامہ میر آصف اکبر (ناظم اعلیٰ نظام المدارس پاکستان) نے معزز علماء و مشائخ کو خوش آمدید کہا۔ محترم علامہ عین الحق بغدادی نے نقابت کے فرائض سر انجام دیئے۔

☆ شیخ الاسلام نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آنے والے زمانے میں وہی عقائد بچیں گے جن کا کتاب و سنت کے ساتھ پختہ تعلق ہوگا۔ علم و تحقیق کے ساتھ سنجیدہ تعلق نہ رکھنے والے عقائد مٹ جائیں گے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علمِ اُصولِ حدیث کے بانیان میں سے ہیں، ان کے بعد امام شافعی کا نام آتا ہے۔ سب سے پہلے قواعد الحدیث خلفائے راشدین کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضع کیے۔ علمِ اصول الحدیث کا چشمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مُبارک سے نکلا تھا۔ یعنی قواعد الحدیث کی بنیاد بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے خود رکھ دی تھی۔ حجیتِ حدیث کا انکار کر دینا انسان کو کفر کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ ترتیبِ احکام میں قرآن مجید پہلے نمبر پر ہے اور حدیثِ مبارک دوسرے نمبر پر، مگر حجیت میں دونوں برابر ہیں۔ قرآن مجید میں 82 احکام ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ مکرم ﷺ کے اسم کو اپنے اسم کے ساتھ جوڑا ہے اور جدا نہیں ہونے دیا۔ جس طرح قرآن مجید نازل ہوتا تھا، اسی طرح حدیثِ مبارک بھی نازل ہوتی تھی۔ قرآن وحیِ جلی (متلوّ) اور حدیثِ مبارک وحیِ خفی (غیر متلوّ) ہے۔

شیخ الاسلام کی تالیف کردہ کتابِ حدیث

”المنہاج السوی من الحدیث النبوی“

کی آڈیو بک کی تقریب رونمائی

تعارض کی صورت میں حدیث کی اصحّیت کا مدار سند پر ہوگا، کُتب پر نہیں ہوگا۔ زمانی اعتبار سے امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام بخاری کے دادا استاد ہیں۔ امام بخاری کی ثُلاثیات کا 80 فیصد حصہ امامِ اعظم کے تلامذہ سے مروی ہے۔ حدیثِ ضعیف کی کئی اقسام ہیں۔ کسی حدیث پر صرف ضعیف کا حکم لگا کر اسے رد کردینا بہت بڑا فتنہ ہے۔ جس طرح حدیث کی صحت کا مدار اسناد پر ہے، کتاب پر نہیں؛ اِسی طرح حدیث کے ضعف کا مدار بھی اسناد پر ہے، کتب پر نہیں۔ صحیح البخاری کے علاوہ امام بخاری کی دیگر کتب میں ضعیف احادیث بھی موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث ضعیف کو کلیتاً رد کرنا امام بخاری کا مذہب نہیں ہے۔ خوارج، مرجئہ یا معتزلہ وغیرہ کو اَہلِ بدعت کہا جاتا ہے۔ امام بخاری نے 80 کے قریب اَہلِ بدعت سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

☆ تقریب سے محترم ضیاء اللہ شاہ بخاری، محترم علامہ شہزاد احمد مجددی، محترم مفتی محمد رمضان سیالوی، محترم مفتی امداد اللہ قادری اور دیگر علماء نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ فی زمانہ انکارِ حدیث ایک بہت بڑا فتنہ ہے، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے علم الحدیث پر شاندار کام کر کے اس فتنہ کی سرکوبی کی ہے۔ سیرت طیبہ اور فرامین رسول اللہ ﷺ کے بغیر اسلام کی درست تفہیم ناممکن ہے۔ شیخ الاسلام نے علم الحدیث واصول الحدیث کی جملہ علمی و فنی ابحاث اور راویان حدیث کے بارے میں معلومات کو 8 جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا آف حدیث سٹڈیز میں جمع کر کے ایک تجدیدی کام سرانجام دیا ہے، جس پر وہ یقیناً تحسین وستائش کے حقدار ہیں۔

گزشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیف کردہ شہرۂ آفاق کتاب حدیث "المنہاج السوی من الحدیث النبوی" کی آڈیو بک کی تقریب رونمائی مرکزی سیکرٹریٹ ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، علمائے کرام، علوم دینیہ کے اساتذہ و محققین، صحافی حضرات، مرکزی قائدین، ریسرچ سکالرز فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اساتذہ کالج آف شریعہ اور علمی حلقوں کی ممتاز شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔

☆ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا کہ کتاب اور کتاب بینی کی اہمیت مسلمہ ہے، تاہم آڈیو بُک اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آج کا انسان عدیم الفرصت ہے، بسا اوقات چاہت کے باوجود کتب بینی اس کے لیے ممکن نہیں رہتی تو ایسے احباب کے لیے آڈیو بُک ایک نعمت ہے۔ سفر و حضر میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ میں اس آڈیو بک کی تکمیل پر صاحبزادہ تسلیم احمد صابری، سید ظفر ارشد کانپوری، حمزہ نوشاہی اور اس کی تکمیل میں معاون تمام شعبہ جات کو خصوصی مبارکباد دیتا ہوں۔

☆ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ شیخ الاسلام کی یہ تالیف المنہاج السوی اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک عظیم کتاب ہے جو آنے والے زمانوں کے لیے مشعل راہ ہوگی۔ علم الحدیث لوگوں تک پہنچانے کے اعتبار سے یہ اکیسویں صدی کا ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔ ایک طویل زمانہ کے بعد یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بے شمار ممالک میں دروس کی شکل میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا جتنا مطالعہ کیا جائے، وہ کم ہے، یہ آج کے دور میں پیدا ہونے والے سوالات اور اذہان میں پائے جانے والے فتنے اور اشکالات کا جواب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ کے ذریعے ہمیں عطا کرتی ہے۔

☆ اس تقریب میں ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور تقریب کی غرض و غایت کو بیان کیا۔

☆ سینئر صحافی، ادیب، کالم نگار سجاد میر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جن لوگوں نے دنیا بھر میں دین کی تبلیغ کی ہے، ان میں سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کوئی ثانی نہیں۔ دنیا بھر میں دین کا کام پھیلانے کا جو کام شیخ الاسلام اور ان کی تحریک کر رہی ہے، آج کے دور میں وہ کام کوئی اور انجام نہیں دے رہا۔ اس عظیم کاوش پر سب احباب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

☆ صاحبزادہ تسلیم احمد صابری نے کہا کہ یہ بات میرے لئے قابلِ اعزاز ہے کہ میں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب کو اپنی آواز دی، اللہ کریم میری اس نوکری کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے اور توشۂ آخرت بنائے۔

☆ علامہ مفتی شبیر انجم قادری امیر مرکزی جماعت اہلسنت پنجاب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے خود المنہاج السوی کا درس دیا ہے۔ میں نے بنظر غائر اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب بہت سے مسائل کے اندر معاون ثابت ہوئی۔ اس وقت عالمِ اسلام میں امن، محبت، جہد اور تقویٰ کے حوالے سے جو شخصیت نمایاں ہے وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ المنہاج السوی کی آڈیو بُک کی تکمیل پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

☆ چیئرمین کل مسالک علماء بورڈ مفتی سید عاشق حسین شاہ بخاری نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس آڈیو بُک کی لانچنگ سے مجدد دوراں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی راہنمائی سفر و حضر میں ہمیں میسر ہو گی۔

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر محمد فاروق رانا نے کہا کہ گزشتہ 4 دہائیوں کے دوران شیخ الاسلام کی سرپرستی میں منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے علوم الحدیث پر شاندار علمی و تحقیقی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس آڈیو بک کی تیاری کا مقصد ہر عمر اور طبقۂ فکر کے افراد میں احادیث مبارکہ کی سماعت کا ذوق و شوق پیدا کرنا ہے اور اس علم اور فن کو زندہ رکھنا ہے کیونکہ قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ ہی وہ مستند ذریعۂ علم اور گائیڈ لائن ہے جس پر عمل پیرا ہو کر صراط مستقیم پر گامزن رہا جا سکتا ہے۔

2023ء: Ph.D کا اعزاز حاصل کرنے والے منہاجینز

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کی پہچان ’’علم‘‘ ہے۔ شیخ الاسلام کے جملہ خطابات و تصانیف اور تحریک کی ہر سرگرمی کا مدعا و مقصد بھی تعلیم و تربیت اور اعلیٰ علمی و فکری اقدار کا فروغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن سے فارغ التحصیل منہاجینز بھی اپنے قائد و مربی اور تحریک کے اس طرۂ امتیاز کو اپنی پوری زندگی میں قائم و دائم رکھتے ہوئے ہر آن حصولِ علم کے لیے اپنے آپ کو وقف رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے گزشتہ سال 2022-2023ء میں جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن سے فارغ التحصیل درج ذیل فضلاء (منہاجینز) نے Ph.D کا اعلیٰ تعلیمی اعزاز مختلف یونیورسٹیز سے حاصل کیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، چیئرمین سپریم کونسل MQI ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، جملہ مرکزی قائدین تحریک، اساتذہ کرام کالج آف شریعہ کی طرف سے جملہ منہاجینز کو اس اعلیٰ تعلیمی اعزاز پر مبارکباد دی گئی اور دعاؤں سے نوازا گیا۔ ہم ان منہاجینز کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے پر خصوصی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کی مزید ترقی و کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔

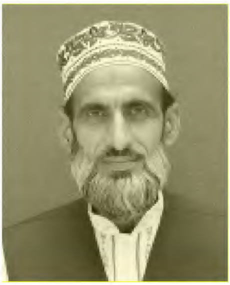

1۔ ڈاکٹر نورالزمان نوری (سیشن 1994ء) (منہاج یونیورسٹی)
برصغیر پاک و ہند کے نقشبندی صوفیاء کا منہج تربیت اور انسانی نفسیات

2۔ ڈاکٹر حاجی غلام احمد (سیشن 1995ء)
حسن البناء، سید مودودی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے سیاسی افکار کا تقابلی مطالعہ (منہاج یونیورسٹی)

3۔ ڈاکٹر حافظ سید مبشر کاظمی (سیشن 2013ء) (پنجاب یونیورسٹی)
Application of Islamic law in space

4۔ ڈاکٹر محمد اظہر عباسی (سیشن 2010ء)
معاشی احکام میں حنفی اور مالکی مذہب کے اصول، ترجیح اور عصر حاضر میں استفادہ کی صورتیں (منہاج یونیورسٹی)

5۔ ڈاکٹر سید جعفر صمدانی (سیشن 1998ء) (کویت)
The Codification of law and the contribution of the Muslims jurists (in early era)

6۔ ڈاکٹر محمد بلال خان (سیشن 2009ء)
التشابه والاختلاف في شرفدوى طوقان وفهميده رياض دراسة مقارنة (فیصل آباد)

7۔ڈاکٹر محمد نعیم گھمن (سیشن 2004ء) (جی سی یونیورسٹی لاہور)
خانقاہ سیال شریف اوران کی ذیلی خانقاہوں میں اردو شاعری کی روایت

8۔ڈاکٹر عمر ریاض عباسی (سیشن 2002ء)
(ماڈرن لینگوئج یونیورسٹی اسلام آباد)
Ideological and Political Impact of Globalization on Muslim State

9۔ڈاکٹر سید حیدر علی بخاری (سیشن 2008ء)
المرویات التفسیریة فی تاریخ مدینة دمشق لابن عساکرؒ
(انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد)

10۔ڈاکٹر مراد علی دانش (سیشن 2002ء)
تفسیر روح المعانی کے اردو تفاسیر پر اثرات کا تفصیلی جائزہ
(امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز لاہور)

11۔ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی (سیشن 1991ء)
تفسیر شعراوی میں آیات سیرت کا خصوصی مطالعہ اور عصر حاضر میں استفادہ کی ممکنہ صورتیں (امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز لاہور)

12۔ڈاکٹر ضیاء الدین (سیشن 2004ء)(منہاج یونیورسٹی لاہور)
مذاہب عالم میں تصور گناہ و نجات (تحقیقی و تقابلی جائزہ)

13۔ڈاکٹر محمد حسین آزاد (سیشن 1992ء)
صحابہ کرام کے اصول اجتہاد (یونیورسٹی آف لاہور)

14۔ڈاکٹر محمد رضا قادری (سیشن 2007ء)
(TECH یونیورسٹی کوریا)
The Determinants of Pakistani Tourist Visit Intention to Korea in SNS

15۔ڈاکٹر حافظ آصف محمود (سیشن 1996ء)
فصوص الحکم (از ابن عربی) کے فارسی صوفیانہ ادب پر اثرات کا جائزہ (منہاج یونیورسٹی لاہور)

16۔ڈاکٹر محمد عاصم شہباز (سیشن 2016ء)(منہاج یونیورسٹی)
کتاب الھدایہ میں عرف پر مبنی مسائل کا عصری تناظر میں جائزہ

موضوعاتی اشاریہ ماہنامہ منہاج القرآن

ا۔ایمان/ اسلام/ عبادات

اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے قائم کریں؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	مارچ23ء
روزے کے مقاصد اور اخلاقی تربیت میں کردار	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	مارچ23ء
اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، اعتدال اور رواداری کی اقدار	چیف ایڈیٹر	ستمبر23ء
اللہ۔۔۔رحمن و رحیم	عبدالستار منہاجین	اکتوبر23ء
قرآن۔۔۔کتابِ ہدایت کتاب تربیت	نوراللہ صدیقی	دسمبر23ء

۲۔عظمت و مقام مصطفی ﷺ اور سیرت النبی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ سے لامحدود محبت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	ستمبر23ء
میلاد النبی ﷺ: خوشیاں منانے کا درست طریقہ	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	ستمبر23ء
تصرفات و اختیاراتِ مصطفی ﷺ	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	ستمبر23ء
نورِ الٰہی سے نورِ محمدی ﷺ کی تخلیق	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	ستمبر23ء
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی	پروفیسر محمد اکرم رضا	ستمبر23ء
عاجزی کمالِ بندگی ہے	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	ستمبر23ء
آپ ﷺ کے بارے میں غیر مسلم مفکرین کے تاثرات	نوراللہ صدیقی	ستمبر23ء
عالمِ انسانیت پر احساناتِ مصطفی ﷺ	پروفیسر محمد اکرم رضا	اکتوبر23ء
میثاقِ مدینہ اسلام کی امن اور بقائے باہمی کی تعلیمات کا مظہر ہے	چیف ایڈیٹر	نومبر23ء

۳۔خلفاء راشدین/ صحابہ کرام/ اہلِ بیت اطہار /شہادت امام حسین

حضرت ابو بکر صدیق : حیات و سیرت کے نمایاں گوشے	ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی	جنوری23ء
عظمت و شانِ اہلِ بیتِ اطہار	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	جولائی23ء
شہادتِ امام حسین اشکالات کے جوابات	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جولائی23ء
فاروقِ اعظم عظیم منتظم، عظیم حکمران	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	جولائی23ء
سیدنا عثمانِ غنی : جامع الصفات شخصیت	محمد اقبال چشتی	جولائی23ء
یزید کے کفر اور اس پر لعنت کا مسئلہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	اگست23ء
حضرت سیدنا صدیق اکبر	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	دسمبر23ء

۴۔اصلاحِ احوال/روحانیات/خاص ماہ وایام

قرآن اور اعلیٰ انسانی کردار کی تشکیل کے ضابطے	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	جنوری23ء
شرفِ انسانیت کے قرآنی امتیازات	محمد شفقت اللہ قادری	جنوری23ء
شبِ برأت: قلب و باطن میں حقیقی تبدیلی کیونکر ممکن ہے؟	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	مارچ23ء
طہارۃ القلوب کے مراحل اور قربِ الٰہی کا حصول	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	اپریل23ء
رمضان المبارک: اہمیت، فضیلت اور تقاضے	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	اپریل23ء

روحانی ترقی کی شرائط اور تقاضے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	مئی23ء
تقویٰ کا مفہوم اور متقین کی شرائط	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	مئی23ء
مقصدِ حیات اور حقیقتِ دنیا	عبدالستار منہاجین	جون23ء
عرفانِ ذات اور معرفتِ حق	محمد علی قادری	اگست23ء
اپنا محاسبہ کیوں ضروری ہے؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	دسمبر23ء

۵۔ اخلاقِ حسنہ

حسنِ خُلق اور مقامِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	جون23ء
محبت، رواداری اور فراخی	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	جولائی23ء
خیر و شر کی معرفت کا پیمانہ	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	اگست23ء
اخلاقی تربیت کے رہنما اصول	پروفیسر علیم اشرف خان	اگست23ء
عصرِ حاضر کا اخلاقی انحطاط۔اسباب و نوعیت	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	اکتوبر23ء
زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	نومبر23ء
عصرِ حاضر کا اخلاقی انحطاط	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	نومبر23ء

۶۔ تعلیم و تربیت

علم میں درستگی اور پختگی کیسے؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	جنوری23ء
زوالِ امت کا سبب: اسلاف کے علمی آثار سے بے اعتنائی۔ایک فکر انگیز تحریر		جنوری23ء
نظامِ تعلیم میں زوال پذیر اخلاقی اقدار	حیدر مصباحی	جنوری23ء
تحقیق اور فنِ تحقیق کے بنیادی اصول	نوراللہ صدیقی	جنوری23ء
تربیت کے نبوی مناہج کے انسانی طبائع پر اثرات	ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد	مارچ23ء
مراکزِ علم کا نیا نصاب اور 7 میمز کا تصور	چیف ایڈیٹر	مئی23ء
فلسفۂ خودی: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	جون23ء
بچوں کے اچھے اور بامعنٰی نام	احسان حسن ساحر	جولائی23ء
موت: زندگی کی سب سے بڑی حقیقت	عبدالستار منہاجین	اگست23ء
نعت خواں کا زادِ سفر	محمد ابرار حنیف مغل	ستمبر23ء
علم و حکمت: امت کی وراثت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	نومبر23ء
دورِ جدید میں نسلِ نَو کی تربیت کے تقاضے	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	دسمبر23ء
اسلاف کی حکمت کی باتیں اور نصیحتیں	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	دسمبر23ء
خیالات کا ارتکاز اور یکسوئی	شبیر حسین دیو	دسمبر23ء

۷۔ فقہی سوالات

حقِ حضانت/ڈراپ شپنگ/ یوٹیوب کلک آمدنی؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جنوری23ء
احکامِ صوم میں ملنے والی رخصتوں کے مظاہر	ڈاکٹر شبیر احمد جامی	مارچ23ء

احکامِ صوم میں ملنے والی رخصتوں کے مظاہر	ڈاکٹر شبیر احمد جامی	اپریل23ء
اعتکاف کی شرعی حیثیت اور فضائل و ثمرات	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اپریل23ء
سود / بچوں کے نام / ثبوتِ حرمت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	مئی23ء
اسلامی احکامِ وراثت	ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی	جون23ء
مسائلِ حج اور قربانی	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	جون23ء
کیا عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اگست23ء
مسلکی اختلافات اور قطع تعلقی/دینی امور پر اجرت لینا	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	اکتوبر23ء
علم لدنی / مختلف اشیاء کا بلا اجازت غیر قانونی استعمال / موبائل پر قرآن مجید پڑھنا	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	نومبر23ء
دواساز کمپنیوں کی طرف سے ڈاکٹرز کو ملنے والے تحائف/مدت عدت کا آغاز	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	دسمبر23ء

۸۔ معیشت و معاشرت

ارتکازِ دولت معاشی بحران کی بڑی وجہ ہے	چیف ایڈیٹر	جنوری23ء
معاشی بحران اور اس کا حل	چیف ایڈیٹر	اپریل23ء
احتساب کی ناگزیریت	ڈاکٹر محمد تاج الدین کالامی	اپریل23ء
رزق میں برکت کے ذرائع	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	اپریل23ء
معاشی بحران کا حل سودی نظامِ معیشت سے نجات میں ہے	چیف ایڈیٹر	جولائی23ء
اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی خدوخال	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	اگست23ء
پاکستانی معیشت کو درپیش مسائل	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	جولائی23ء
اسلامی مالیاتی نظام کے ذریعے معاشی ترقی کا حصول	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	دسمبر23ء

۹۔ پاکستانیات

23 مارچ 1940ء کا اخلاقی پیغام	چیف ایڈیٹر	مارچ23ء
صحیفۂ تاریخ کا زریں عنوان: قراردادِ پاکستان	احسان حسن ساحر	مارچ23ء
نظریۂ حب الوطنی (قرآن و سنت کی روشنی میں)	محمد اقبال چشتی	مارچ23ء
جذبۂ حب الوطنی	محمد اقبال چشتی	اپریل23ء
یومِ آزادی منانے کا حقیقی طریقہ	چیف ایڈیٹر	اگست23ء

۱۰۔ شخصیات

ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: تذکرۂ حیات	محمد فاروق رانا	مئی23ء
ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: حقوق العباد کے عظیم خوگر	محمد شفقت اللہ قادری	مئی23ء
حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانیؒ	خصوصی تحریر	جون23ء
یومِ آزادی، بانی پاکستان اور لیڈر شپ کے اوصاف	نوراللہ صدیقی	اگست23ء
حضور غوث الاعظمؓ: شخصی عظمت اور اسلام کیلئے خدمات	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	اکتوبر23ء
حضور سیدنا غوث الاعظم کی اصلاحی خدمات	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	اکتوبر23ء
ممبر پارلیمنٹ مصر ڈاکٹر اسامہ محمد حسن العبد سے خصوصی گفتگو	نوراللہ صدیقی	نومبر23ء

۱۱۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری (شخصیت و خدمات)

شیخ الاسلام کی تصنیف "مشاجراتِ صحابہؓ" کا تعارف	محمد فاروق رانا	جنوری23ء
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: ہمہ جہت شخصیت	محمد فاروق رانا	فروری23ء
عصرِ حاضر کے عظیم مصلح	علامہ غلام مرتضیٰ علوی	فروری23ء
ڈاکٹر طاہرالقادری کے معاشی افکار کی عصری معنویت	ڈاکٹر محمد افضل قادری	فروری23ء
شیخ الاسلام کے تصورِ تجدید و احیائے دین کی انفرادیت	ڈاکٹر محمد رفیق حبیب	فروری23ء
اعتدال اور رواداری کے فروغ میں شیخ الاسلام کا کردار	انجینئر محمد رفیق نجم	فروری23ء
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سیاسی بصیرت	شبیر حسین دیو	فروری23ء
عالمی سطح پر شیخ الاسلام کی علمی و فکری کاوشوں کا اعتراف	محمد فاروق رانا	فروری23ء
شیخ الاسلام سے اختلافات کی وجوہات: ناسمجھی، لالچ، حسد	عبدالستار منہاجین	فروری23ء
فکرِ رومی کا تسلسل و ارتقاء اور شیخ الاسلام	ڈاکٹر نورالزماں نوری	فروری23ء
نابغہ عصر کی شخصیت اور فکری اثرات	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	فروری23ء
ابحارِ علم و معرفت کا حسین سنگم	محمد شفقت اللہ قادری	فروری23ء
شیخ الاسلام کے رشحاتِ قلم:2022ء	محمد فاروق رانا	فروری23ء
شیخ الاسلام کا تصورِ تجدیدِ دین کی انفرادیت	ڈاکٹر محمد رفیق حبیب	مارچ23ء
فَتْحُ الْعَلَّامِ الْقَادِرْفِیْ اَلْقَابِ شَیْخِ الْاِسْلَامِ طَاهِرْ	محمد لطیف الحسن	مارچ23ء
شیخ الاسلام کے قلم سے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں براہِ راست ترجمہ	چیف ایڈیٹر	جون23ء
علوم الحدیث پر جامع اور مستند 8 جلدوں پر مشتمل عدیم النظیر انسائیکلو پیڈیا	چیف ایڈیٹر	اکتوبر23ء

۱۲۔تحریک منہاج القرآن/PAT/مرکزی فورمز

فہمِ دین پراجیکٹ: تعارف و کارکردگی	حفیظ اللہ جاوید	فروری23ء
TMQ کے عظیم پراجیکٹس: الاعظمیہ انسٹی ٹیوٹ اور بیت الزہراء	محمد شاہد لطیف	فروری23ء
علم، امن، تحقیق، تجدید کے 43 سال	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	اکتوبر23ء
پیغامات قائدین (43 واں یومِ تاسیس تحریک منہاج القرآن)		اکتوبر23ء
سال2023ء: Ph.D کااعزازپانےوالے منہاجینز		دسمبر23ء

۱۳۔سانحہ ماڈل ٹاؤن

سانحۂ ماڈل ٹاؤن کے 9 برس	نعیم الدین چودھری	جون23ء

۱۴۔پروگرامز: شیخ الاسلام/ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری/ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ یورپ	رپورٹ: نوراللہ صدیقی	اپریل23ء
ڈاکٹر حسین محی الدین قادری: سیمینارز اور کانفرنسز سے خطابات	خصوصی رپورٹ	اپریل23ء
معراج النبیؐ اور شبِ برأت کے موقع پر شیخ حماد مصطفی المدنی کے خطابات	رپورٹ	اپریل23ء
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا دورۂ یورپ	رپورٹ: رمیض حسین	ستمبر23ء
UK میں منعقدہ الہدایہ کیمپ (رپورٹ)	سید علی عباس بخاری	اکتوبر23ء

40 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2023ء	رپورٹ: محبوب حسین	نومبر 23ء
لاہور و اسلام آباد میں انسائیکلو پیڈیا آف علوم الحدیث کی تقاریب	رپورٹ: محبوب حسین	نومبر 23ء
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ کویت و بحرین	رپورٹ: جعفر صمدانی، محمد شاہ زیب	نومبر 23ء
الدورة فی العلمیه عن الموسوعة القادریه فی علوم الحدیثیه		دسمبر 23ء
المنهاج السوی من الحدیث النبوی کی آڈیو بک کی تقریب رونمائی		دسمبر 23ء

۱۵۔ تحریکی سرگرمیاں (مرکزی اور اندرون و بیرون ملک)

قائد ڈے تقریبات (رپورٹس)	رمیض حسین	مارچ 23ء
شہرِ اعتکاف 2023ء (رپورٹ)	محمد یوسف منہاجین	مئی 23ء
رپورٹ: عرسِ مبارک حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ	حافظ عبدالقدیر	جون 23ء
MQI کی سینٹرل ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس	رپورٹ: حافظ غلام فرید	جولائی 23ء
سانحہ ماڈل ٹاؤن کی 9 ویں برسی: دعائیہ تقاریب	رپورٹ: رمیض حسین	جولائی 23ء
نظام المدارس پاکستان: سالانہ تقریبِ تقسیمِ انعامات	عین الحق بغدادی	اکتوبر 23ء

۱۶۔ متفرق

ضروری ہدایات برائے اندرون و بیرون ملک تنظیمات	ناظم اعلیٰ	جنوری 23ء
اعتکاف ہدایات 2023ء		اپریل 23ء
خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم 2023ء		ستمبر 23ء
موضوعاتی اشاریہ ماہنامہ منہاج القرآن سال 2023ء		دسمبر 23ء

قائد ڈے نمبر فروری 2024ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 73 ویں سالگرہ کے موقع پر حسبِ روایت امسال بھی ماہنامہ منہاج القرآن قائد ڈے نمبر شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔ یہ شمارہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری اور تجدیدی و اصلاحی ہمہ جہتی خدمات پر مشتمل ہوگا۔ علاوہ ازیں اس شمارے میں قومی و بین الاقوامی سطح پر امن و محبت کی ترویج اور بیداریٔ شعور کے لیے کی جانے والی آپ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں آپ بھی ماہنامہ منہاج القرآن کو اپنی خصوصی معیاری تحریریں بھجوا سکتے ہیں۔

قائد ڈے کے موقع پر آپ کی طرف سے **مبارکبادی پیغامات** کی صورت میں اشتہارات کی بکنگ بھی جاری ہے۔ آپ اپنی تحریر، مضامین اور اشتہارات سے متعلقہ اشاعتی مواد مورخہ یکم جنوری 2024ء تک ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کر سکتے ہیں۔

فون: 042-111-140-140 Ext-128، mqmujallah@gmail.com

سیرت وفضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی گراں قدر تصانیف

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN LAHORE
DEC-2023
Regd CPL No.41

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 625 سے زائد کتب دستیاب ہیں